

ن والقلم وما یسطرون

طلبۂ مدارس اہل سنت کا دینی و علمی ترجمان



جمادی الأخری تا
شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ

ایڈیٹر

محمد ارقم رضا ازہری

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (القرآن)

بفیض روحانی
حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمہ

بفیض کرم
امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ

طلبۂ مدارس اہل سنت کا دینی و علمی ترجمان

سہ ماہی

القلم (ڈیجیٹل)

جمادی الاخری تا شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ — شمارہ نمبر (۶)

زیر سرپرستی

حضور رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر میاں نوری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ، یوپی (ہند)

زیر حمایت

امان اہل سنت سید محمد امان میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی

ایڈیٹر

محمد ارقم رضا ازہری

زیر اہتمام: القلم ڈیجیٹل اکیڈمی۔ رابطہ نمبر: 9760372653 - 9761611137

آئینۂ القلم

نمبر شمار	منزلیں	رفقائے سفر	صفحہ نمبر

اداریہ

تحقیقات

تعقبات

شخصیات

فکر امروز

مسائل وفوائد

اعلانات

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

سہ ماہی القلم سے متعلق کسی بھی معلومات کے لیے نیچے دیے گئے نمبر پر واٹسیپ کریں۔

+91-9760372653

اسلامی سوال جواب کے لیے اس ویب سائٹ کو وزٹ کریں:

https://islamisawalojawab.in/



القلم ڈیجیٹل اکیڈمی کا تعاون یہاں سے کریں:



اداریہ

قرآنی پیغام انسانیت کے نام

محمد ارقم رضا ازہری
ایڈیٹر سہ ماہی "القلم"

قرآن مجید، فرقان حمید، اللہ رب العزت کا مقدس و معجز کلام ہے۔ یہ ہمارے آقا پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اس نے پچھلی سب آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ اور ان میں سے کوئی بھی آج اپنی اصل صورت میں محفوظ نہیں۔ لیکن ان کے صحیح احکامات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ البتہ قرآن کریم تمام تعلیمات، احکامات و مسائل کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اور قرآن مجید واحد ایسی کتاب ہے جو پوری انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالی نے اس کتاب ہدایت میں انسان کو پیش آنے والے تمام مسائل کو تفصیلا و اجمالا بیان کیا۔ ہم اپنے اس مضمون میں سو (۱۰۰) ایسی آیات مقدسہ پیش کر رہے ہیں جو اہل ایمان کے ساتھ ساتھ پوری دنیائے انسانیت کے لیے ہمیشگی کا اور سب سے عمدہ پیغام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب عظیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱- "يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ".
(سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔ (کنزالایمان)

۲- "وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ". (سورۃ البقرۃ: ۴۲)

ترجمہ: اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ۔

۳- "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ". (سورۃ البقرۃ، آیت: ۴۴)

ترجمہ: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

۴- "وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ". (سورۃ البقرۃ آیت:۴۸)

ترجمہ: اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوسکے گی اور نہ کافر کے لئے کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو۔

۵- "كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ". (سورۃ البقرۃ آیت:۵۷)

ترجمہ: کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

٦- "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ". (سورۃ البقرۃ:٦٠)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو۔

۷- "مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ-وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ". (سورۃ البقرۃ آیت: ٦٢)

ترجمہ: وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

۸-"بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [۸۱] وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ-هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [۸۲] (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

۹- "لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا". (سورۃ البقرۃ:۸۳)

ترجمہ: اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

۱۰-"لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ". (سورۃ البقرۃ:۸۴)

ترجمہ: اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا۔

۱۱- "وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ". (سورۃ البقرۃ: ۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

۱۲- "اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ". (سورۃ البقرۃ: ۱۶۴)

ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

۱۳- "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۫ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ" [۱۶۸] "اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" [۱۶۹]. (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں۔

۱۴- "وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ". (البقرۃ: ۱۸۸)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر۔

۱۵- "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَ اَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ". (البقرۃ:

(۱۹۵)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔

۱۶- "يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ-قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ-وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ". (البقرۃ: ۲۱۵)

ترجمہ: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

۱۷- "لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﳜ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ-فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى-لَا انْفِصَامَ لَهَا-وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ". (البقرۃ: ۲۵۶)

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں دین میں بیشک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

۱۸- "قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى-وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ". (البقرۃ: ۲۶۳)

ترجمہ: اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔

۱۹- "اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ". (البقرۃ: ۲۷۵)

ترجمہ: وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

۲۰- "زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ-ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ-وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ [۱۴] قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ-لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ-وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ [۱۵] اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ" [۱۶]. (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔ فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادوں پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

۲۱- "يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ". (سورۃ آل عمران:۳۰)

ترجمہ: جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا حاضر پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے، اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

۲۲- "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ". (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۳- "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ". (آل عمران:۱۰۴)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

۲۴- "قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ". (آل عمران:۱۳۷)

ترجمہ: تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

۲۵- "وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَاۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ". (آل عمران: ۱۴۵)

ترجمہ: اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

۲۶- "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً". (سورۃ النساء، آیت: ۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیے۔

۲۷- "وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا". (سورۃ النساء: ۲)

ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

۲۸- "لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ-نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا". (سورۃ النساء: ۷)

ترجمہ: مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گیے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

۲۹- "اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا-وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا". (النساء: ۱۰)

ترجمہ: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (آتش کدے) میں جائیں گے۔

۳۰- "وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ-وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا

مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا "[٢٠] "وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا "[٢١]. (سورۃ النساء)

ترجمہ: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔ اور کیونکر اسے واپس لو گے حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو لیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

٣١- "وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ-فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ". (النساء: ٣٤)

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔

٣٢-"وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ١ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ-اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ". (النساء: ٣٦)

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

٣٣- "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا١ۙ-وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ-اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ". (النساء: ٥٨)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

٣٤-"مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا١ۚ-وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا-وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ". (النساء: ٨٥)

ترجمہ: جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۵- "لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ- وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا". (النساء: ۱۴۸)

ترجمہ: اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

۳۶- "وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى- وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ". (سورۃ المائدۃ: ۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

۳۷- "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ". (المائدۃ: ۹۰)

ترجمہ: شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

۳۸- "قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ". (سورۃ الانعام: ۱۱)

ترجمہ: تم فرمادو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

۳۹- "وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ- وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ- اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ". (سورۃ الانعام: ۳۲)

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بیشک پچھلا گھر بھلا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔

۴۰- "وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ". (سورۃ الانعام: ۵۱)

ترجمہ: اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو کہ اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی ہو نہ کوئی سفارشی اس امید پر کہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

۴۱- "قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ- فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ- وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا". (الأنعام: ۱۰۴)

ترجمہ: تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا تو اپنے بھلے کو

اور جو اندھا ہو اتو اپنے برے کو۔

۳۲- "ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ". (الأنعام: ۱۲۰)

ترجمہ: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔

۳۳- "قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاۚ-وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍؕ-نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِیَّاهُمْۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ". (الأنعام: ۱۵۱)

ترجمہ: تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔

۳۴- "وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى یَبْلُغَ اَشُدَّهٗۚ-وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِۚ-لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۚ-وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰىۚ". (الأنعام: ۱۵۲)

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقے سے جب تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو۔

۳۵- "كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ-اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ". (سورۃ الأعراف: ۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

۳۶- "وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا". (سورۃ الأعراف: ۵۶)

ترجمہ: اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد۔

۴۷- "وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ". (الأعراف: ۸۶)

ترجمہ: اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ۔

۴۸- "وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا". (سورة الأنفال: ۴۶)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں نہ جھگڑو۔

۴۹- "فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا". (سورة التوبة: ۸۲)

ترجمہ: تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔

۵۰- "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۔مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ". (سورة يونس: ۲۳)

ترجمہ: اے لوگو تمہاری زیادتی تمہارے ہی جانوں کا وبال ہے دنیا کے جیتے جی برت لو پھر تمہیں ہماری طرف پھرنا ہے اس وقت ہم تمہیں جتا دیں گے جو تمہارے کوتک تھے۔

۵۱- "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ". (سورة يونس: ۵۷)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت۔

۵۲- "قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ". (سورة يونس: ۱۰۱)

ترجمہ: تم فرماؤ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا ہے۔

۵۳- "وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۔فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ". (يونس: ۱۰۶)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔

۵۴- "اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ". (سورة هود: ۸۵)

ترجمہ: ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

۵۵- "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ". (سورۃ هود: ۱۱۳)

ترجمہ: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

۵۶- "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ". (سورۃ الرعد: ۱۱)

ترجمہ: بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

۵۷- "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ". (سورۃ الرعد: ۲۸)

ترجمہ: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

۵۸- "وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ". (سورۃ ابراهيم: ۴۲)

ترجمہ: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

۵۹- "وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ". (سورۃ ابراهيم: ۴۴)

ترجمہ: اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔

۶۰- "نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ". (سورۃ الحجر: ۴۹/ ۵۰)

ترجمہ: خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

۶۱- "هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

يَّتَفَكَّرُوْنَ".

ترجمہ: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا اس سے تمہارا پینا ہے اور اس سے درخت ہیں جن سے چراتے ہو۔ اس پانی سے تمہارے لیے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

۶۲-"وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ-وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ". (سورۃ النحل: ۱۲)

ترجمہ: اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو۔

۶۳-"وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ-اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ". (سورۃ النحل: ۱۳)

ترجمہ: اور وہ جو تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ بیشک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو۔

۶۴- "وَ هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَاۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ". (سورۃ النحل: ۱۴)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیر کر چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو۔

۶۴-"وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ". (سورۃ النحل: ۱۵/۱۶)

ترجمہ: اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے اور ندیاں اور رستے کہ تم راہ پاؤ اور علامتیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں۔

۶۵-"اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ". (النحل: ۱۷)

ترجمہ: تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہو جائے گا جو نہ بنائے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

٦٦- "وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ -فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ". (النحل: ٣٦)

ترجمہ: اور بیشک ہر امت میں سے ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری تو زمین میں چل پھر کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

٦٧- "وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ". (النحل: ٦٨/٦٩)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

٦٨- اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ". (النحل: ٩٠)

ترجمہ: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

٦٩- "وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا -اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا". (سورۃ بنی اسرائیل: ٢٣)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات

کہنا۔

۱۰-"وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ".

(سورۃ بنی اسرائیل: ۲۴)

ترجمہ: اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

۱۱-"وَ اٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّہٗ وَ الۡمِسۡکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ وَ لَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا". (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۶)

ترجمہ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا۔

۱۲- "وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ وَ اِیَّاکُمۡ ؕ اِنَّ قَتۡلَہُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا". (بنی اسرائیل: ۳۱)

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی روزی دیں گے بیشک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔

۱۳-"وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَ سَآءَ سَبِیۡلًا". (بنی اسرائیل: ۳۲)

ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔

۱۴- "وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۪ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا". (بنی اسرائیل: ۳۴)

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس راہ سے جو سب سے بھلی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے۔

۱۵-"وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ اِذَا کِلۡتُمۡ وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا".

(بنی اسرائیل: ۳۵)

ترجمہ: اور ماپو تو پورا ماپو اور برابر ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا۔

٧٦- "وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا". (بنی اسرائیل: ٣٦)

ترجمہ: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

٧٧- "وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا". (بنی اسرائیل: ٣٧)

ترجمہ: اور زمین میں اتراتا نہ چل بیشک تو ہر گز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہر گز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔

٧٨- "وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا". (بنی اسرائیل: ٥٣)

ترجمہ: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بیشک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

٧٩- "قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ". (سورۃ الأنبیاء: ٦٦/٦٧)

ترجمہ: کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

٨٠- "وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ". (سورۃ الأنبیاء: ١٠٧)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

٨١- "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ". (سورۃ الحج، آیت: ١)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

٨٢- "اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ". (سورۃ المؤمنین: ٩٦)

ترجمہ: سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ بناتے ہیں۔

٨٣- "وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا

تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا". (سورۃ النور: ۴)

ترجمہ: اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو۔

۸۴۔ "لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ". (سورۃ النور: ۲۷)

ترجمہ: اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔

۸۵۔ "فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ". (سورۃ الشعراء: ۲۱۳)

ترجمہ: تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔

۸۶۔ "قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ". (سورۃ النمل: ۶۹)

ترجمہ: تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔

۸۷۔ "وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ". (سورۃ القصص: ۷۷)

ترجمہ: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۸۸۔ "وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا". (سورۃ العنکبوت: ۸)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی۔

۸۹۔ "قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ". (سورۃ العنکبوت: ۲۰)

ترجمہ: تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے بیشک اللہ سب

کچھ کرسکتا ہے۔

٩٠- "اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ - كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ". (سورۃ الروم: ٩)

ترجمہ: اور کیا اُنہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ اُن سے اگلوں کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے زیادہ زورآور تھے اور زمین جوتی اور آباد کی ان کی آبادی سے زیادہ اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

٩١- "وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ". (سورۃ الروم: ٢٢)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے۔

٩٢- "وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ". (سورۃ الروم: ٢٤)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈراتی اور امید دلاتی اور آسمان سے پانی اُتارتا ہے تو اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مَرے پیچھے بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

٩٣- "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ". (سورۃ الروم: ٣٠)

ترجمہ: تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔

٩٤- "وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ". (سورۃ لقمان: ١٤)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اُس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔

۹۵- "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا - إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ". (سورۃ لقمان: ۱۸)

ترجمہ: اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اِتراتا نہ چل بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اِتراتا فخر کرتا۔

۹۶- "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ - وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ". (سورۃ لقمان: ۳۳)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی کامی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہر گز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہر گز تمہیں اللہ کے حلم پر دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی۔

۹۷- "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ". (سورۃ الفاطر: ۳)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق کہ آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔

۹۸- "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ - اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ". (سورۃ حم السجدۃ: ۳۴)

ترجمہ: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

٩٩- "مِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ". (سورۃ حم السجدہ: ٣٧)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو۔

١٠٠- وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ، وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ، وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ". (سورۃ الذاریات: ٢٠/٢١/٢٢)

ترجمہ: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ ہر انسان کو اس کی دنیا و آخرت بہتر بنانے اور فلاح و بہبودگی کا پیغام دے رہی ہیں۔ اگرچہ بعض آیات اسباب نزول وخطاب کے اعتبار سے کسی خاص طبقے کے بارے میں ہیں مگر ان کا پیغام عام ہے۔ ہر عقل رکھنے والے کو ان اور ان جیسی آیات میں غور و فکر کرنا چاہیے اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوار کر ہمیشہ ہمیشہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اللہ کریم جملہ قارئین کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

محمد ارقم رضا ازہری

نزیل حال جامعہ ازہر شریف، مصر

٣/ دسمبر ٢٠٢٣ء

١٨/ جمادی الاولی ١٤٤٥ھ

مراقبہ کی اہمیت و فضیلت

محمد پرویز عالم ثقافی، سعدی
مدرسہ تحفیظ القرآن، بنگلور، کرناٹک

حامداً اللہ عز و جل سبحانہ و تعالی و مصلیا و مسلما علی رسولہ الکریم

مراقبہ کی لغوی تعریف:

عربی لغت میں مراقبہ کا لفظ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے۔ جس کا لغوی معنی نگرانی کرنا، نظر رکھنا، دیکھ بھال کرنے کے ہیں۔

مراقبہ ایک ایسی عقلی تادیب کا نام ہے جس میں کوئی شخصیت ماحول کے روابط حیات سے ماوراء ہو کر افکار عمیق کی حالت میں چلی جائے اور فکر دنیا سے الگ ہو کر سکون و فہم جستجو کرے۔ یعنی یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ فکر آلودہ سے دور ہو کر فکر خالص کا حصول مراقبہ کہلاتا ہے۔

مراقبہ کی اصطلاحی تعریف:

امام جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

استدامۃ علم العبد باطلاع الرب علیہ فی جمیع احوالہ۔ (معجم التعریفات، صف ١٧٦)

بندے کو ہمہ وقت اس بات کا علم ہو کہ پروردگار اس کے تمام احوال سے باخبر اور مطلع ہے۔

یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا لحاظ کرنا اور اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا ہے اور جب بندے کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ دیکھ رہا ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ دل کی باتوں پر مطلع ہے، پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بندوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور ہر جان کے عمل سے واقف ہے، اس پر دل کا راز اس طرح عیاں ہے جیسے مخلوق کے لیے جسم کا ظاہری حصہ عیاں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ عیاں ہے، جب اس طرح کی معرفت حاصل ہو جائے اور شک یقین میں بدل جائے تو اس سے پیدا ہونے والی کیفیت کو مراقبہ کہتے ہیں۔

نفس کو مراقبہ یعنی اعمال میں غور و فکر کی جانب متوجہ کرے اور اس پر گہری اور سخت نظر رکھتے ہوئے خوب

حفاظت کرے کیونکہ نفس کو کھلی چھوٹ ملنے سے اس کے لیے گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور نفس کو گناہوں کی لت پڑ جاتی ہے پھر گناہوں سے بچنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے اور یہ بگڑ کر سرکش ہو جاتا ہے اور یہ چیز ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے۔لہذا نفس کو خبر دار کرتے رہنا چاہیے۔

مراقبہ کی فضیلت:

مراقبہ کا ثبوت حدیث شریف سے:

حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے احسان کے بارے میں سوال کیا تو اپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان تعبد اللہ کاَ نک تراہ یعنی تم اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔

ایک روایت میں یوں ہے: اعبد اللہ کاَ نک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم سے یہ نہ ہو سکے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ یہ حالت مراقبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مراقبہ بندہ کے اس بات کو جاننے کا نام ہے کہ رب سبحانہ وتعالی اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس علم کا دوام اپنے رب کے لیے مراقبہ ہے اور یہ ہر نیکی کے اصل ہے اور اس مرتبہ تک اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب محاسبہ سے فارغ ہو جائے۔ جب محاسبہ کر چکے تو موجودہ وقت میں اپنی اصلاح کرے، حق کے راستے کو لازم پکڑے اور اپنے اور اللہ کے درمیان دل کے معاملے کو اچھا کرے اور اللہ کے (احکام کے) ساتھ اپنی سانسوں کو محفوظ رکھے اور اپنے عام حالات میں اللہ کو دیکھتا رہے۔ اور یہ بات جان لے کہ اللہ سبحانہ وتعالی اسے دیکھ رہا ہے اور وہ اس کے دل کے قریب ہے، اس کے احوال کو جانتا ہے، اس کے افعال کو دیکھتا اور اس کے اقوال کو سنتا ہے۔ جو شخص ان باتوں سے غافل ہوا وہ وصل الہی کی ابتدا سے ہی کنارہ کش ہے۔ وہ قربت کے حقائق کو کیسے پا سکتا ہے۔

مراقبہ کے متعلق بزرگان دین کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

1۔حضرت جریری رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں: جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان تقوی اور مراقبہ کو مضبوط نہیں کرتا وہ

کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

2۔حضرت ذالنون مصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کو ترجیح دے جن کو اللہ نے ترجیح دی ہے اور ان چیزوں کی تعظیم کرے جن کو اللہ نے قابل تعظیم قرار دیا اور ان کو حقیر جانے جو اللہ کے یہاں حقیر ہیں۔

3۔حضرت نصر اباذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امید تجھے اطاعت کی ترغیب دیتی ہے اور خوف تمہیں گناہوں سے دور رکھتا ہے اور مراقبہ تمہیں حقائق کی راہ تک پہنچاتا ہے

4۔حضرت ابو العباس بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ سے مراقبہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: جو خیال دل میں پیدا ہوتا ہے اس کے بارے میں بندہ یہ خیال کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس طرح وہ دل کے حفاظت کرے تو یہ مراقبہ ہے۔

5۔حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارا یہ معاملہ (تصوف) دو باتوں پر مبنی ہے۔ایک یہ کہ تم اپنے نفس پر یہ بات لازم کر دو کہ وہ ہمیشہ اللہ کو پیش نظر رکھے (دوسری بات کہ) اس علم کا اثر تمہارے ظاہر پر بھی موجود ہو۔

6۔حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر لفظ کے ساتھ غیب کو دیکھتے ہوئے اپنے باطن کا خیال رکھا جائے۔

7۔حضرت ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ افضل عبادت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: (مراقبۃ الحق علی دوام الاوقات) ہر وقت اللہ کو نگاہ میں رکھنا.

8۔حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (احکام خداوندی کا) خیال رکھنے سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور مراقبہ سے ظاہر و باطن میں خلوص پیدا ہوتا ہے۔

9۔حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طریقت میں افضل ترین چیز جسے انسان اپنے اوپر لازم کرے وہ محاسبہ، مراقبہ اور اپنے علم کے مطابق عمل کرنا ہے۔(رسالہ قشیریہ، مراقبہ کا بیان، صفحہ ٣٠٤۔)

10۔حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک شخص سے فرمایا: اللہ عزوجل کو دیکھتے رہا کرو۔اس

نے عرض کی: اس کی وضاحت فرما دیجیے؟ فرمایا: ہمیشہ اس طرح رہو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

11۔حضرت سیدنا عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: جب میرا رب تعالی مجھے دیکھ رہا ہے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔

افضل عمل اور بہترین عبادت:

12۔حضرت سیدنا ابو عثمان مغربی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: انسان راہ سلوک میں جو چیزیں اپنے اوپر لازم کرتا ہے ان میں سب سے افضل محاسبہ نفس، مراقبہ اور علم کے ذریعے اپنے عمل کی جانچ کرنا ہے۔

13۔حضرت سیدنا احمد بن حسین جریری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقت کا معاملہ دو ضابطوں پر مبنی ہے: (۱) اللہ عزوجل کی رضا کے لیے اپنے نفس کا محاسبہ و مراقبہ کرنا اور (۲) اپنے علم پر عمل پیرا ہونا۔

14۔حضرت سیدنا ابو عثمان جیدی علیہ رحمۃ اللہ القوی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو حفص عمرو بن مسلمہ رحمت اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: جب تم لوگوں کے لیے (وعظ کی) مجلس کا انعقاد کرو تو اپنے نفس اور دل کے لیے واعظ بن جاؤ کہ کہیں مجلس میں لوگوں کی آمد تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ لوگ تمہارے ظاہر کو دیکھتے ہیں جبکہ رب تعالی تمہارے باطن کو دیکھ رہا ہے۔

15۔ایک شخص نے حضرت سیدنا جنید بغدادعلیہ رحمۃ اللہ الہادی سے پوچھا: نگاہیں نیچی رکھنے پر میری کون سی بات مدد کرسکتی ہے؟ ارشاد فرمایا: یہ ذہن بناؤ کہ جس کی طرف تم نظر کر رہے ہو اس سے پہلے تمہیں ناظر حقیقی (یعنی اللہ عزوجل) دیکھ رہا ہے۔

16۔حضرت سیدنا جنید بغدادعلیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: حقیقی مراقبہ اس شخص کا ہوتا ہے جسے رب تعالی کی بارگاہ سے حاصل ہونے والے حصے کے فوت ہو جانے کا خوف ہو۔ (احیاء العلوم، جلد ۵، صف ۳۲۳)

پانچ چیزوں کے سبب جنت کا حصول:

حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے دریافت کیا گیا کہ بندہ جنت کیسے حاصل کرسکتا ہے؟ فرمایا: بندہ پانچ چیزوں سے جنت حاصل کرسکتا ہے: (1) ایسی استقامت جس میں ٹیڑھا پن نہ ہو (2) ایسی کوشش جس میں غفلت نہ ہو (3) ظاہر و باطن میں اللہ عزوجل کو اپنے سامنے دیکھنا (4) موت کی تیاری اور موت کا انتظار

اور (5) حساب وکتاب سے قبل اپنے نفس کا احتساب کرنا۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

اذا ما خلوت الدهر یوما فلا تقل

خلوت و لکن قل علی رقیب

و لا تحسبن الله یغفل ساعة

ولا ان ما تخفیه عنه یغیب

الم تر ان الیوم اسرع ذاهب

و ان غدا للناظرین قریب

ترجمہ: جب تو کسی دن تنہا ہو تو یہ نہ کہ میں تنہا ہوں بلکہ یوں کہہ کہ اللہ عزوجل مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ عزوجل کو ایک گھڑی بھی غافل نہ سمجھ اور نہ ہی یہ سمجھ کے جو کچھ تو اس سے چھپائے گا وہ اس سے چھپ جائے گا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ موجودہ دن کتنی تیزی سے گزر رہا ہے اور کل کا دن دیکھنے والوں کے قریب ہوتا جارہا ہے۔(احیاء العلوم، جلد ۵، صف ۳۲۶)

مراقبہ کی حقیقت اور درجات

مقربین کی معرفت خداوندی:

مراقبہ کی حقیقت اللہ عزوجل کا لحاظ کرنا اور اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کے لحاظ کے باعث کوئی کام چھوڑ دے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کا خیال اور لحاظ کرتا ہے۔ یعنی مراقبہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو معرفت خداوندی کا ثمرہ ہے جس کے سبب اعضاء اور دل میں کچھ اعمال پیدا ہوتے ہیں ایسی کیفیت میں دل اللہ عزوجل کے احکام کا لحاظ کرتا ہے، اسی کی جانب مشغول رہتا ہے، اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کی ذات کو پیش نظر رکھتا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اس کیفیت کا نتیجہ وثمرہ معرفت خداوندی یعنی اس بات کا علم ہے کہ اللہ عزوجل دل کی باتوں پر مطلع ہے، پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بندوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور ہر جان کے عمل سے واقف ہے۔ اس پر دل کا راز

اس طرح عیاں ہے جیسے مخلوق کے لیے جسم کا ظاہری حصہ عیاں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ عیاں ہیں۔ جب اس طرح کی معرفت حاصل ہو جائے اور شک یقین میں بدل جائے تو یہ معرفت دل پر مکمل غلبہ حاصل کر لیتی ہے البتہ بہت ساری چیزوں کا علم یقینی ہوتا ہے لیکن پھر بھی ان کا دل پر غلبہ نہیں آتا جیسے موت کا علم۔ پھر جب دل پر معرفت کا غلبہ ہوگا تو دل رب تعالیٰ کی رعایت اور لحاظ کرنے کی طرف مائل ہوگا اور اس کی طرف اپنی توجہ رکھے گا۔ اس معرفت کے ذریعے یقین حاصل کرنے والوں کو مقربین کہتے ہیں۔

مقربین کی دو قسمیں ہیں: ۱۔صدیقین ۲۔اصحاب یمین۔ لہٰذا ان مقربین حضرات کے مراقبہ کے بھی دو درجے قرار پائے۔

پہلا درجہ: اس سے مراد ان مقربین کا مراقبہ ہے جو صدیقین ہیں، یہ بڑی عظمت و بزرگی والا مراقبہ ہے۔ اس مراقبہ میں دل جلال الٰہی میں اس قدر مستغرق اور ہیبت الٰہی سے ایسا چور ہو جاتا ہے کہ کسی دوسری چیز کی طرف اس میں بالکل توجہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور اس مراقبے کا تعلق فقط دل سے ہوتا ہے، اعضا سے نہیں۔ اعضا جائز کاموں کی طرف توجہ کرتے ہیں نہ ممنوعہ چیزوں کی طرف بلکہ یہ تو نیکیاں کرنے میں دل کے پابند ہوتے ہیں۔ اسی لیے اعضاء کو صحیح راستے پر قائم رکھنے کے لیے کسی تدبیر وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی جیسا کہ نگران اگر درست راہ پر گامزن ہو تو ماتحت افراد بھی درست رہتے ہیں۔ دل بھی نگران ہے اگر یہ درست رہے اور اپنے معبود عزوجل کی طرف متوجہ رہے تو ماتحت یعنی اعضا خود بخود کسی دشواری کے بغیر درستی اور استقامت پر قائم رہتے ہیں۔

اس مرتبے والے شخص کا صرف ایک عزم و ارادہ ہوتا ہے اسی لیے اللہ عزوجل اسے باقی تمام فکروں سے بچائے رکھتا ہے اور اس درجے پر فائز شخص مخلوق سے اتنا بے خبر ہو جاتا ہے کہ آنکھیں کھلی رہنے اور قوت سماعت درست ہونے کے باوجود اسے آس پاس کی خبر ہوتی ہے نہ کوئی بات سنائی دیتی۔ کبھی وہ اپنے بیٹے کے پاس سے گزر جاتا مگر اسے اس کا خیال تک نہیں ہوتا۔ کسی بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ اس طرح کا معاملہ پیش آیا تو انہوں نے توجہ دلانے والے سے فرمایا: جب تم میرے پاس سے گزرو تو مجھے حرکت دے دیا کرو۔

مروی ہے کہ حضرت سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کسی عورت کے قریب سے گزرے، اپنا بچاؤ کرنا چاہا تو وہ عورت گر گئی۔ آپ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا: آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمایا: میں نے تو اسے دیوار سمجھا تھا۔

دوسرا درجہ: ان مقربین کا مراقبہ جو اصحاب یمین متقی حضرات ہیں ۔انہیں کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل ان کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ یہ جلال الٰہی کو ملاحظہ کرنے کے باوجود مدہوش نہیں ہوتے بلکہ ان کے دل حد اعتدال پر رہتے ہیں اور دیگر اعمال کی طرف توجہ ہونے کے باوجود مراقبہ سے غافل نہیں رہتے ۔اللہ عزوجل کا خوف ان پر غالب ہوتا ہے جس کے باعث یہ کسی بھی کام کو کرنے اور نہ کرنے سے پہلے خوب غور وفکر کرتے ہیں ۔چونکہ انہیں یقین کامل ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل ہر بات کو جانتا ہے اسی لیے جو چیز بروز قیامت ذلت و رسوائی کا سبب بنے یہ پہلے ہی اس سے بچتے ہیں قیامت کے انتظار میں نہیں رہتے۔

مراقبہ کے مذکورہ دونوں مرتبوں کا فرق مشاہدے سے واضح ہوتا ہے مثلاً آپ اگر تنہائی میں کوئی عمل کر رہے ہوں اسی دوران اچانک کوئی بچہ یا عورت آجائے اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ آپ کے عمل سے واقف ہو چکے ہیں تو آپ ان سے جھجک محسوس کریں گے اور اچھی طرح سنبھل کر بیٹھیں گے نیز اپنے معاملات پر نظر بھی رکھیں گے لیکن یہ سب کچھ آپ بچے یا عورت کی تعظیم کی وجہ سے نہیں بلکہ جھجک اور حیا کی وجہ سے کر رہے ہوں گے۔ واضح ہوا کہ بچے یا عورت کا آپ کو تنہائی میں دیکھ لینا خوف و دہشت میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ اس سے تو فقط اپ میں حیا اور جھجک پیدا ہوتی ہے۔کبھی اس کے برعکس معاملہ پیش اتا ہے کہ اپ کے آس پاس کوئی بادشاہ یا بزرگ شخصیت آجاتی ہے، آپ ان کی تعظیم بجالانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے حتی کہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سب تعظیم کی وجہ سے ہوتا ہے حیا کی وجہ سے نہیں اسی طرح بندوں کے مرتبے باری تعالی کے مراقبہ کے سلسلے میں مختلف ہیں۔ بیان کردہ دونوں مرتبے والے حضرات اپنی تمام حرکات وسکنات، لمحات وخیالات اور تمام اختیارات پر غور وفکر کے محتاج رہتے ہیں۔

غور وفکر کے دو مرحلے ہیں: (١) عمل شروع کرنے سے پہلے (٢) عمل کرتے وقت۔

پہلا مرحلہ:

عمل سے پہلے غور وفکر کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے جو کچھ سامنے ظاہر ہوا یا دل میں عمل کے لیے حرکت پیدا ہوئی تو اس پر غور کر لے کہ یہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ہے یا نفسانی خواہشات کی وجہ سے یا شیطان کی پیروی میں ہے؟ پھر اس سلسلے میں خوب غور وفکر کرے حتی کہ نور حق کے ذریعے اس پر کوئی بات واضح ہو جائے۔پھر اگر وہ

کام اللہ عزوجل کے لیے ہو تو کر لے اور اگر نفس و شیطان کی طرف سے ہو تو اللہ عزوجل سے حیا کرتے ہوئے اس کام سے باز رہے اور نفس کو اس گناہ کی طرف رغبت کرنے اور مائل ہونے پر ملامت کرے نیز نفس کو اس فعل کی برائی سے آگاہ کرے اور بتائے کہ یہ رسوائی کی کوشش ہے، اگر اللہ عزوجل محفوظ نہ رکھتا تو یہ عمل خود سے دشمنی کرنے کے مترادف ہوتا۔کسی عمل کے گناہ یا نیکی کا علم ہونے تک یہ غور وفکر ضروری اور واجب ہے۔اس سے راہ فرار کی گنجائش نہیں۔

ہر عمل کے متعلق تین سوال:

روایت میں آتا ہے کہ بندے کا عمل کتنا ہی چھوٹا ہو اس کے بارے میں تین سوالات کیے جائیں گے: (۱) یہ عمل کیوں کیا؟ (۲) کیسے کیا؟ اور (۳) کس لیے کیا؟

مطلب یہ ہے کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ اپنے رب تعالی کا حکم سمجھ کر کیا یا خواہش نفس کی وجہ سے؟ اگر بندہ اس مرحلے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کام کو رب تعالی کا حکم سمجھ کر کیا تو دوسرا سوال ہوگا کہ کیسے کیا؟ کیونکہ ہر عمل میں اللہ عزوجل کی جانب سے کچھ شرائط و احکام ہوتے ہیں اور بغیر علم کے اس کی مقدار اور اوقات و اوصاف سے آگاہی ممکن نہیں لہذا اس سے سوال ہوگا کہ یہ عمل علم یقین کے ساتھ کیا یا جہالت اور گمان کے باعث کیا؟ اگر اس مرحلے میں بھی کامیاب رہا تو تیسرا سوال اخلاص کے بارے میں ہوگا کہ کس کے لیے عمل کیا؟ خالصتہ اللہ عزوجل کی رضا اور "لا الہ الا اللہ" پر عمل کرتے ہوئے کیا؟ اگر یہ صورت ہو تو بندے کا اجر اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہوگا اور اگر لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا تو اجر بھی انہی سے طلب کرنے کا فرمایا جائے گا اور اگر دنیاوی نعمتیں حاصل کرنے کے لیے عمل کیا تو فرمایا جائے گا: تجھے اس کا اجر دنیاوی نعمتوں کی صورت میں ہم نے دے دیا۔ اگر غفلت اور بھول کے طور پر عمل کیا تو اجر بھی ضائع عمل بھی ضائع اور کوشش بھی برباد گئی۔اگر غیر خدا کے لیے عمل کیا تو اللہ عزوجل کا عذاب اور ناراضی لازم ہوگئی اور اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا: تو میرا بندہ تھا میرا رزق کھاتا تھا اور میری نعمتوں سے نفع حاصل کرتا تھا پھر بھی تو نے دوسروں کے لیے عمل کیا۔کیا تو نے میرے یہ فرمان نہ سنے تھے:

ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ (پ ۲۰، العنکبوت: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہارے روزے کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے

پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو۔
تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نے میری یہ بات بھی نہ سنی:

الا للہ الدین الخالص (پ ۲۳، الزمر: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

جب بندہ اس بات کو سمجھ جاتا ہے کہ اسے اس طرح کے مختلف سوالات اور زبردست باز پرس کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اپنے نفس کو ان سوالات کے ہونے سے پہلے ہی سوالات اور باز پرس کے لیے تیار کرتا ہے تاکہ درست جواب دے سکے۔ الغرض! ہر کام میں غور و فکر لازمی ہونا چاہیے خواہ وہ کام شروع کیا جائے یا دوبارہ کیا جائے یہاں تک کہ پلک اور انگلی کو بھی سوچ و بچار کے بعد حرکت دے۔

حسن اخلاق کے پیکر، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالی عنہ سے ارشاد فرمایا: بے شک آدمی سے آنکھوں کے سرمے، انگلیوں سے مٹی کھرچنے اور اپنے بھائی کے کپڑوں کو چھونے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ (احیاء العلوم، جلد ۵، صفحہ ۳۳۳)

غور و فکر مراقبہ کے سلسلے میں پہلا مرحلہ ہے جس میں انسان پختہ علم، اعمال کے اسرار پر حقیقی معرفت اور نفس و شیطان کے مکر و فریب کی آگاہی سے ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ لہذا جب تک انسان اپنی ذات، اپنے رب، اپنے دشمن یعنی شیطان اور نفسانی خواہش کے موافق اشیاء کو جان نہ لے یا اپنی حرکات و سکنات، نیت و ارادے میں رب تعالی کے نزدیک اچھی بری اشیاء کے درمیان فرق کو جان نہ لے اس وقت تک مراقبہ پر استقامت نہیں مل سکتی۔ بہت سے لوگ جہالت والے کاموں کو اچھا سمجھ کر ان میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل ان کاموں کو ناپسند فرما رہا ہوتا ہے۔

مراقبہ کی اہمیت:

مدتوں سے لوگ مراقبہ کو ایک انتہائی پراسرار اور مشکل موضوع سمجھتے رہے ہیں ہمیشہ بڑے بوڑھے اور فارغ لوگوں کو اس کا حقدار سمجھا جاتا رہا ہے مراقبہ پر پوری دنیا میں سائنسی طریقہ کار کے تحت تجربات کر کے اخذ کر لیا گیا ہے کہ اس عمل سے انسانی ذہن اور جسم پر انتہائی اعلی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں جس میں تعلیم و عمر کی کوئی

قید نہیں اب کوئی بوڑھا ہو یا جوان سبھی مراقبہ کے کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں کم و بیش پوری دنیا میں مراقبہ کی تربیتی کلاسز کا اجرا ہو چکا ہے اعلی تعلیم یافتہ ڈاکٹر اپنے مریضوں کو روزانہ مراقبہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں مراقبہ جو پہلے وقتوں میں صرف مذہب کا حصہ سمجھا جاتا تھا اب دنیاوی پیش قدمی کے علاوہ روز مرہ مسائل کے حل کے لیے بھی مرکزی حیثیت اختیار کر چکا ہے اج پوری دنیا میں ذہنی دباؤ کو کم کرنے اور ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے مراقبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اور اس کو اج کے وقت میں انتہائی میسر اعلی قرار دے دیا گیا ہے جب زیادہ لوگ مراقبہ کی بدولت ذاتی شناسا ہی حاصل کرتے جائیں گے ان کو کائنات کی سچائی اور اصلیت کا قرب حاصل ہوتا چلا جائے گا۔

ہر ادمی پر لازمی ہے (بالخصوص دور حاضر میں کہ لایعنی باتوں اور فضولیات میں بہت سے نوجوان بوڑھے بچے اپنے اوقات گزار دیتے ہیں) کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ یا عملاً سعی کرنا چاہے تو اپنے ارادے اور سعی سے پہلے اس میں غور فکر کرے اور کچھ دیر توقف کرے یہاں تک کہ نور علم کے ذریعے واضح ہو جائے کہ یہ کام اللہ عزوجل کے لیے ہے تا کہ اسے کر لیا جائے یا نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہے تو اس سے بچا جائے اور دل کو اس میں غور وفکر کرنے سے بھی روکا جائے کیونکہ باطل کام میں مبتلا ہونے سے پہلے نفس کا احتساب نہ کیا جائے تو اس میں رغبت بڑھ جاتی ہے اور رغبت ارادے کو جنم دیتی ہے اور ارادہ عمل کا سبب بنتا ہے اور باطل عمل بربادی اور خدا تعالی سے دوری کا سبب ہوتا ہے۔ اسی لیے شر کے مادے یعنی قلبی وسوسوں کو شروع ہی میں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے کیونکہ دیگر امور اسی کی پیروی میں رونما ہوتے ہیں۔

اعمال میں مراقبہ کی صورت:

بندہ عام طور پر تین طرح کے عمل (۱) عبادت (۲) گناہ اور (۳) مباح میں مصروف رہتا ہے۔ عبادت میں مصروف ہے تو اس کا مراقبہ اخلاص کے ساتھ پوری طرح تمام اداب سمیت اور آفات سے بچتے ہوئے عبادت کو بجا لانے سے ہوگا اور اگر گناہ میں مصروف ہے تو مراقبہ کی صورت توبہ کرنا، نادم ہونا، باز آنا، حیا کرنا اور غور وفکر میں مشغول ہونا ہے اور اگر کسی مباح میں کام میں مصروف ہے تو اس صورت میں اداب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور نعمتوں کے ملنے پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا مراقبہ ہے۔

ہر شخص مصیبت اور نعمت کا سامنا کرتا رہتا ہے لہذا مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر لازمی ادا کرنا چاہیے کہ یہ بھی مراقبہ میں شامل ہے بلکہ بندے کو ہمیشہ اللہ عزوجل کے مقرر کردہ احکام کا لحاظ کرنا چاہیے خواہ اس کا تعلق بجالانے والے لازمی امور سے ہو یا چھوڑنے والے ممنوعہ امور سے یا بارگاہ خداوندی میں مغفرت دلانے والے مستحب امور سے ہو تاکہ دیگر بندگان خدا سے سبقت حاصل ہو جائے یا قلب وجسم کی اصلاح اور عبادت پر مدد دینے والے مباح امور سے ہو۔ ان میں سے ہر ایک کی کچھ حدود ہیں جن کا لحاظ دائمی مراقبہ سے کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وان یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ (پ۲۸، الطلاق):

ترجمہ: اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ (احیاء العلوم، جلد ۵، صف ۳۴۳)

آج کل ہم میں سے ہر دوسرا آدمی ذہنی تناؤ اور دباؤ کا شکار ہے۔ اس صورت حال میں ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کی یاد کے لیے وقت نکالیں۔

اگر ہمیں یہ معلوم کرنا ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہے تو اس کے لیے ہم اپنا جائزہ لے لیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو کتنا یاد کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ روزانہ کم از کم پندرہ بیس منٹ مراقبہ کی مشق کریں۔ ہر طرف سے کٹ کر کچھ وقت خالص اللہ کی یاد میں لگائیں، پھر دیکھیں کہ اللہ کی رحمتیں کیسے نازل ہوتی ہیں۔ ڈپریشن بھی دور ہوگا، ذہنی تناؤ ختم ہوگا اور تخلیقی صلاحیتیں بھی پیدا ہوں گی۔ زندگی کے اندر برکتیں بھی آئیں گی۔

مراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت آجائے کہ اس کے احکامات اس کے پورے بدن پر جاری ہو جائیں اور پوری زندگی شریعت کے مطابق بن جائے۔

جو شخص یہ کہے کہ مجھے مراقبہ میں تو بہت لذت محسوس ہوتی ہے مگر اس کی زندگی شریعت کے مطابق نہیں تو یہ محض اس کا وسوسہ ہے اس مراقبے کی کوئی قیمت نہیں۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ کی نعمت:

مراقبہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ جب انسان اس کی پابندی کرتا ہے تو دل کے وسوسے دور ہو جاتے ہیں اور فکری گندگی بھی آہستہ آہستہ صاف ہو جاتی ہے۔ دل کے اندر جو شہوانی، شیطانی اور نفسانی وساوس آتے رہتے ہیں یہ سب

مراقبہ کی پابندی سے دور ہوجاتے ہیں۔

ایک اور بات سمجھ لیں کہ جب انسان بیعت ہوجاتا ہے تو اس بیعت ہونے والے کو" سالک" کہتے ہیں۔ "سلوک" اس بیعت والے راستے کو کہتے ہیں۔ سالک جب مراقبے کی ابتدا کرتا ہے تو اس کو ابتداء میں بہت وسوسے آتے ہیں۔ اکثر لوگ مراقبہ شروع کرکے اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کی توجہ اس کی طرف کامل نہیں ہوپاتی۔ کیونکہ انھوں نے بیان میں سنا ہوتا ہے کہ مراقبہ میں دل سے اللہ اللہ کی آواز آنی چاہیے۔ جبکہ میں تو اتنی دیر سے آنکھیں بند کرکے بیٹھا ہوں اور دل میں اللہ کی یاد آنے کے بجائے گناہوں کے خیالات آرہے ہیں تو وہ ان خیالات سے پریشان ہوکر مراقبہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ جبکہ ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ فرض کریں کہ شروع میں 10 منٹ مراقبہ کرتے ہیں اور صرف 10 سیکنڈ دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔ یہ توجہ آہستہ آہستہ بڑھتی جائے گی۔ غفلت کا وقت کم ہوکر یاد الٰہی کا وقت بڑھتا جائے گا۔ اس لیے وسوسے آنے پر مراقبہ کو چھوڑ کر یاد الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی یاد میں مشغول رہنے اور یکسو ہوکر اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کھانا کھانے کا طریقہ سنت نبوی ﷺ اور سائنس کی روشنی میں

عائشہ فاطمہ عالمی

کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ کھانا انسان کے جسم کی ضرورت ہے، بھوک لگتی ہے تو آدمی کھانا کھاتا ہے تاکہ اس کے بدن میں توانائی پیدا ہو۔ کھانا جسم انسانی کی ایک ضرورت ہے، جس طرح اور مشینوں کو سروسنگ (servicing) اور اوور ہالنگ، (overhauling) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی جسم کی روح رواں اس کی غذا ہے، مثلاً ہر جاندار کھاتا ہے، کافر بھی کھاتا ہے، یہودی بھی کھاتا ہے عیسائی بھی کھاتا ہے، اور جانور بھی کھاتے ہیں، انسان بھی کھاتے ہیں، مگر جب مسلمان کھانا کھائے تو اس کا کھانا سنت مصطفی صلی اللہ علیہ کے مطابق ہونا چاہیے، تاکہ وہ دنیوی فوائد کے ساتھ ساتھ اخروی بھلائیاں بھی حاصل کر سکے کیونکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام فوائد پنہاں ہیں جو آج کی جدید سائنس ہمیں بتا رہی ہے چاہے وہ کھانے کے تعلق سے ہوں یا پینے کے تعلق سے بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت میں وہ وہ حکمتیں پوشیدہ ہیں جن تک رسائی آج کی جدید سائنس کے لیے بھی ممکن نہیں ہو سکی، آج میں کھانا کھانے کا سنت طریقہ اور کچھ سائنسی نکات بھی پیش کرنے کی کوشش کروں گی۔

غذا یہ ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ اللہ عزوجل نے بھی اس کی اہمیت سے آگاہ فرمایا اور قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿كلوا من الطيبات واعملوا صالحا﴾ (سورہ المومنون)

ترجمہ: پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو اور نیک عمل کرتے رہو۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں حلال رزق کھانے کا حکم فرمایا ہے تو اس کو کھانے کا کیا طریقہ و سلیقہ ہونا چاہیے، اس کا جواب بڑا آسان اور سمپل (simple) ہے کہ جو طریقہ کھانا کھانے اور پینے کے تعلق سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ میں مروی ہے اسی طریقے اور نہج پر ہم سب کو کھانا کھانا چاہیے تاکہ ہمیں ثواب کے ساتھ ساتھ اچھی صحت بھی حاصل ہو سکے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت

میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے اب یہاں سے کھانا کھانے کی چند سنتیں بیان کی جاتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(1) ہاتھ دھو کر کھانا کھائیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو یہ پسند کرے کہ اس کے گھر میں اللہ تعالیٰ خیر زیادہ کرے تو جب کھانا حاضر کیا جائے۔تو وضو کرے۔اور جب اٹھایا جائے تو اس وقت بھی وضو کرے۔یعنی ہاتھ منہ دھوئے۔(ابن ماجہ شریف)

اس کی حکمت یہ ہے کہ: عام طور پر کام کاج کرنے سے ہاتھ آلودہ ہو جاتے ہیں، بغیر ہاتھ دھوئے کھانے سے بیماریاں پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔"کھانے کا وضو محتاجی دور کرتا ہے، گھر میں بھلائی بڑھاتا ہے، شیطان کو دور کرتا ہے اور رزق میں کشادگی ہوتی ہے"۔(فیضانِ سنت، ج1،ص186،185 ملخصاً)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: الْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَنفِي الْفَقْرَ، وَبَعْدَهُ يَنفِي اللَّمَمَ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا غربت دور کرتا ہے، اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا رنج دور کرتا ہے۔(مسند الشہاب موسی رضا)

اور عموماً ایک انسان کی عادت میں یہ ہے کہ وہ بے شمار چیزوں کو ہاتھ لگاتا ہے، ان میں کئی گندی چیزیں اور صاف چیزیں بھی ہوتی ہیں، جو گندی چیزیں ہوتی ہیں اُن میں سے جراثیم ہمارے ہاتھوں میں لگ جاتے ہیں، اگر کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھوئے جائیں تو وہ جراثیم کھانے کے ساتھ پیٹ میں چلے جاتے ہیں جو کہ مختلف بیماریاں پیدا کرتے ہیں، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھویا کرو۔(جدید تحقیق)

(2) بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھائیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے۔یعنی کہ بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔(اسلامی اخلاق و آداب)

اگر کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا بھول جائیں تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لیجیے

کھانا سیدھے ہاتھ سے کھائیے کہ اُلٹے ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔(مسلم ص860،حدیث:5265)

حکمت یہ ہے کہ: سیدھے ہاتھ سے غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) شعاعیں نکلتی ہیں اور الٹے ہاتھ سے بھی،لیکن سیدھے ہاتھ کی شعاعیں فائدہ مند اور الٹے ہاتھ والی نقصان دہ ہوتی ہیں۔(سنت مصطفےٰ اور جدید سائنس،ص28)

(3) تین انگلیوں سے کھائیے۔

موڈرن زمانہ آگیا ہے، جس طرح ہر چیز میں بدلاو ہوا ہے اسی طرح کھانا انگلیوں کے بجائے نئی نئی ڈیزائن کی چمچوں سے کھانے کا رواج چل پڑا ہے، اسپون (spoons) سے کھانا کوئی حرام یا ناجائز نہیں ہے، جائز تو ہے، لکن وہ حکمتیں اور فوائد جو انگلی سے کھانے میں حاصل ہوں گے، اس سے ضرور محرومی ہوجائے گی، تو ہمیں حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے کہ سنت کے مطابق انگلیوں ہی سے کھانے کی کوشش کریں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔کھانے کے چار طریقے ہیں:

ایک انگلی سے کھانا کھائے۔ یہ طریقہ باری تعالٰی کی خفگی کا باعث ہے۔ دو انگلیوں سے کھانا، یہ تکبر کی علامت ہے۔تین انگلیوں سے کھانا یہ مسنون طریقہ ہے، چار انگلیوں سے کھانا یہ طریقہ شدت حرص پر دلالت کرتا ہے۔(کھانے کے آداب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

(4) خُوب پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیے کہ اس کے جسمانی اور روحانی نقصانات ہیں۔

اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب بیگم صاحبہ یا کسی دعوت میں اچھا اور لذیذ کھانا مل جائے تو، یہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ سب میں ہی کھالوں، تو ہمیشہ یاد رکھیے کہ خُوب پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیے کہ اس کے جسمانی اور روحانی نقصانات ہیں۔ پیارے آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا:"آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرتا، انسان کیلیے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اگر ایسا نہ کرسکے تو تہائی کھانے کیلئے، تہائی پانی کیلئے اور ایک تہائی سانس کیلیے ہو"۔(ابن ماجہ، ج4،ص48،حدیث:3349)

(5) کھانا زمین پر بیٹھ کر کھائیے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر کھانے سے کھانا بہتر طور پر ہضم ہوتا ہے، کمر اور ٹانگوں کے عضلات میں لچک پیدا ہوتے اور دردوں سے نجات ملتے ہے، دورانِ خون بھی بہتر ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں دل کی صحت بہتر جبکہ بیماریوں، خصوصاً ہارٹ اٹیک کا خدشہ بہت کم ہوجاتا ہے۔

(6) کھانے سے پہلے جوتے اتار لیجیے۔

(7) جب بھی کھانا کھائیں تو الٹا پاؤں بچھا دیجئے اور سیدھا کھڑا رکھئے یا سرین پر بیٹھ جائیے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھئے یا دو زانو بیٹھ جائیے۔

(8) ٹیک لگا کر کھانا کھانے سے بچیے کہ حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم ٹیک لگا کر کھانا مت کھاؤ"۔ (مجمع الزوائد، ج5،ص22، حدیث:7918)

(9) اکھٹے ہو کر کھانا کھائیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اکھٹے ہو کر کھاؤ، الگ الگ نہ کھاؤ کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے (ابن ماجہ شریف)

جب مل کر کھانا کھایا جاتا ہے تو تمام کھانے والوں کے جراثیم کھانے میں مل جاتے ہیں، جو دوسری بیماریوں کے جراثیموں کو ختم کر دیتے ہیں، اور اس طرح وہ کھانا نقصان نہیں پہنچاتا بعض دفعہ شفا کے جراثیم مل کر تمام کھانے کو شفا بنا دیتے ہیں جو بعد میں معدے کی بیماریوں کے لیے مفید ہے۔ (جدید تحقیق)

(10) بیٹھ کر کھانا کھائیں:

کھانے کے لیے بیٹھنے میں تواضع کا طریقہ اختیار کریں تکبر اور غرور کے طریقے سے بچیں۔ کھانے کے دوران کبر و غرور کا ایک طریقہ یہ بھی ہے ٹیک لگانا۔

ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (رواہ البخاری)

کھڑے ہو کر غذا نہ کھاؤ ایسا کرنے سے تم دل اور تلی کے مرض میں پھنس جاؤ گے بیٹھ کر کھانا کھاؤ کیوں کہ کھڑے ہو کر کھانا امراض پیدا کرتا ہے۔ (ڈاکٹر اغذیہ، جدید تحقیق)

(11) دائیں ہاتھ سے کھانا کھائیں:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب کوئی کھانا کھائے تو سیدھے ہاتھ سے کھائے اور پانی پیے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے۔ (مسلم شریف)

سیدھے ہاتھ سے غیر مرئی شعائیں نکلتی ہیں اور اُلٹے ہاتھ سے بھی نکلتی ہیں، لیکن سیدھے ہاتھ کی شعائیں

فائدے مند اور الٹے ہاتھ کی شعائیں نقصان دہ ہوتی ہیں، کیوں کے سیدھے ہاتھ سے شفا اور الٹے ہاتھ سے کھانے میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، لہذا سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا شفا کو اپنے اندر نے ڈالنا ہے۔ (جدید تحقیق)

(12) کھانا اپنے سامنے سے کھائیں: حضرت سیدنا عُمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا (کھاتے وقت) میرا ہاتھ پیالہ میں گھومتا تھا (یعنی ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے بسم اللہ پڑھو، اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھاؤ اس کے بعد سے میں اسی طرح کھاتا ہوں۔ (اسلامی اخلاق وآداب)

کھانے میں وٹامنز (vitamins) نمکیات اور بے شمار نافع جسم اجزا ہوتے ہیں، اُن میں آئرن اور دیگر ایسے اجزاء تہہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ جب کہ وٹامنز اور لطیف اجزا کناروں کی طرف مائل ہوجاتے ہیں، جو کھانے کے خاص اجزا ہوتے ہیں ہیں اور جسم کی تقویت کے لیے نہایت ضروری ہوتے ہیں، جسم کو خالص روغنی اجزا کی ضرورت ہوتی ہے، اور قریب ترین چیزوں کا کھانا رسول صل اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری کا ثبوت ہے (جدید تحقیق) (www.kitabosunnat.com)

(13) جانوروں کے جیسے چپ چپ کر کے نا کھائے کیوں کہ کھانا دین کا جز ہے اور علم وعمل اور عبادت کا واحد ذریعہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس عمل میں بھی دین کے انوار ظاہر ہوں۔
انوار سے مراد یہاں کھانا کھانے کے آداب وسنتیں ہیں۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ: جب بھی کوئی چیز کھائی جاتی ہے تو وہ ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتی ہے، عمدہ ہاضمہ اور عمدہ تندرستی کے لئے چبا کر کھانے کا فن جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے ہی بتا دیا۔ وہاں جدید سائنسی تحقیقات نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ کھانے کو بغیر چبا× نہیں نگلنا چاہیے جو لوگ کھانے والی چیزوں کو بغیر چبائے نگل جاتے ہیں۔ وہ جدید سائنس کی روشنی میں دبلا پتلا اور بہت ہی کمزور ہوا کرتے ہیں، اکثر ایسے لوگ ضعیف معدہ کے شکار ہوجایا کرتے ہیں کھانے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ جو نوالہ منہ میں ڈالا جائے اس کو اچھی طرح سے چبا کر کھایا جائے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ بتایا ہے۔ (www.Kitabosunnt com)۔

(14) دستر خوان پر کھانا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دستر خوان پر یکجا ہو کر کھانا کھانے میں برکت ہوتی ہے، باہمی الفت و محبت بھائی چارگی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اور دستر خوان پر غیر ضروری باتیں نہ کریں۔ بلکہ خوشگوار باتیں کی جائیں۔ (اسلامی اخلاق کے آداب)

دستر خوان پر ایسے شرعی امور زیر بحث لائے جائیں، جس سے دفاعی تفریح ہو اور غم و غصہ فرو ہو جائے، اور اس سے معدے کو طاقت ملتی رہے، اور جو لوگ غم و غصہ کی حالت میں کھانا کھاتے ہیں ایسے لوگ الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں اور، بہت جلد معدے کے السر اور آنتوں کے دق کے مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(15) برتن کو اچھے سے صاف کر کے کھائیں:

امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے نبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے گا وہ برتن اس کے لیے استغفار کرے گا۔ (اسلامی اخلاق وآداب)

جدید تحقیق یہ کہتی ہے کہ کھانے کی پلیٹ یا برتن کے پیندے میں وٹامنز اور خاص طور پر کھانے کے پیندے میں موجود وٹامن بی کمپلکس اور ایسے غذائیں اجزا ہوتے ہیں، جو تمام کھانے میں کم اور پیندے میں زیادہ ہوتے ہیں اور غذا میں موجود معدنی نمکیات تو صرف پیندے ہی میں ہوتے ہیں۔ (عبقری گروپ آف میڈیا)

کھانے کے چند آداب:

(1) بسم اللہ بلند آواز سے کہے کہ ساتھ والوں کو اگر یاد نہ ہو تو اُس سے سُن کر اُنہیں یاد آجائے اور الحمد اللہ آہستہ کہے۔

(2) کھانے کی ابتدا نمک سے کی جائے اور ختم بھی اسی پر کریں اس سے ستر بیماریاں دفع ہو جاتی ہیں۔

(3) تکیہ لگا کر یا ننگے سر کھانا ادب کے خلاف ہے۔

(4) اگر کوئی لقمہ دستر خوان پر گر جائے تو اُس کو اُٹھا کر کھالیں۔

(5) بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک دیے کر کھانا مکروہ ہے۔

(6) اور جو کنارہ اُس کے قریب ہو وہیں سے کھائے۔

(7) کھاتے وقت بایاں پاؤں بچھادے اور داہنا کھڑا رکھے یا سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھے۔

(8) گرم کھانا نہ کھائے، نہ کھانے پر پھونکے، نہ کھانے کو سونگھے۔

(9) کھانے کے وقت اچھی باتیں کرے، بلکل چپ نہ رہے یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

(10) کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹ لے اُن میں جھوٹا نہ لگا رہنے دے۔ (اسلامی اخلاق و آداب)

آج جدید سائنسی تحقیقات نے بھی اس بات کو ثابت کر دیا ہے، جو چودہ سو سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، آج وہی بات بعض ماہرین تحقیق کرنے کے بعد بتاتے ہیں کے جسم کے دائیں ہاتھ سے مثبت (positive) شعائیں اور بائیں ہاتھ سے منفی (Negative) شعائیں (Rays) نکلتی ہیں۔ اگر استنجاء کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے گا تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا۔ اور اس کے اثرات دماغ (brain) اور حرام مغز (Spinal cord) پر زیادہ پڑھیں گے۔

چنانچہ مسلمان و مومنین کی امتیازی شان یہی ہونی چاہیے۔ کہ وہ ارشادات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر اطاعت و تابعداری کے جذبہ سے سرشار رہے تا کہ کامیابی و کامرانی ملے، اور اللہ عزوجل کی خوشنودی اُن کے دامن میں مچلنے لگے۔ (Sunnat.com.www.kitab.)

یہود ونصاریٰ کے درمیان اصل کیا ہے؟ دستی یا دشمنی؟

محمد خلیل اللہ

دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا ممبئی

تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مذاہب عالم میں دین اسلام کے سب سے بڑے حریف دو مذہب یہودیت اور نصرانیت ہیں۔

اسلام کے اولین دور یعنی عہد رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں مذہب اسلام کے خلاف ان یہودیوں اور نصرانیوں نے طرح طرح کی سازشیں رہیں اور ان کی فتنہ انگیزیوں ومقابلہ آرائیوں کا سلسلہ پورے شدومد کے ساتھ جاری وساری رہا۔ اور آج بھی مذہب اسلام کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کیے جارہے ہیں اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے ہر دم کوشاں رہتے ہیں۔

قرآن مقدس کا بغور مطالعہ کریں اور ان یہودیوں ونصرانیوں کی عداوت ودشمنی کا اندازہ لگائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(١) وقالوا کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا (البقرۃ ١٣٥)

ترجمہ: اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے۔ تم فرماؤ! بلکہ ہم تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا دین لیتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت رؤسائے یہود اور نجران کے نصرانیوں کے جواب میں نازل ہوئی۔ یہودیوں نے تو مسلمانوں سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل ہیں۔ اور توریت تمام کتابوں سے افضل ہے اور یہودی دین تمام ادیان سے اعلیٰ ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور انجیل وقرآن کے ساتھ کفر کر کے کہا تھا کہ یہودی بن جاؤ اسی طرح نصرانیوں نے بھی اپنے ہی دین کو حق بتا کر مسلمانوں سے نصرانی ہونے کو کہا تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(۲) ولن ترضی عنك الیهود ولا النصاری حتی تتبع ملتهم (البقرة ۱۲۰)

ترجمہ: اور ہر گز تم سے یہود اور نصاری راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔

ان آیات کریمہ سے، اور اللہ تبارک وتعالی کے فرمودات اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ یہود ونصاری کی ہم سے کتنی سخت عداوت ودشمنی ہے جو کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اب آئیے!! دیکھتے ہیں کہ ان دونوں مذاہب میں آپسی دوستی ہے یا دشمنی؟

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

والقینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامه (المائدة ۶۴)

ترجمہ: اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بیر ڈال دیا۔

اس آیت پاک کے تحت امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وأَلْقَيْنا بَيْنَهُمُ العَداوَةَ والبَغْضاءَ قَوْلانِ:الأوَّلُ: المُرادُ مِنهُ ما بَيْنَ اليَهُودِ والنَّصارى مِنَ العَداوَةِ، لِأنَّهُ جَرى ذِكْرُهم في قَوْلِهِ: ﴿لا تَتَّخِذُوا اليَهُودَ والنَّصارى﴾ وهو قَوْلُ الحَسَنِ ومُجاهِدٍ.

الثّانِي: أنَّ المُرادَ وُقُوعُ العَداوَةِ بَيْنَ فِرَقِ اليَهُودِ، فَإنَّ بَعْضَهم جَبْرِيَّةٌ، وبَعْضَهم قَدَرِيَّةٌ، وبَعْضَهم مُوَحِّدَةٌ، وبَعْضَهم مُشَبِّهَةٌ، وكَذَلِكَ بَيْنَ فِرَقِ النَّصارى: كالمَلْكانِيَّةِ والنُّسْطُورِيَّةِ واليَعْقُوبِيَّةِ.

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد میں دو قول ہیں (۱) مراد اس سے یہود ونصاری کے درمیان آپسی عداوت ودشمنی ہے جیسا کہ اللہ اپنے اس آیت ارشاد فرماتا ہے کہ یہود ونصاری کو دوست نہ بناؤ اور یہی امام حسن بصری اور امام مجاہد کا قول ہے۔ (۲) مراد اس سے یہود کے فرقوں میں عداوت ودشمنی کا واقع ہونا بعض ان میں جبریہ، قدریہ، موحدہ اور مشبہ ہیں اور اسی طرح نصاری کے فرقوں میں اختلاف پیدا ہوا جیسے ملکانیہ، نسطوریہ اور یعقوبیہ وغیرہ۔

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ﳕ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدہ 51)

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

{يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔} یہ آیت مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور مشہور منافق عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی جو منافقین کا سردار تھا۔ حضرت عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہودیوں میں میرے بہت بڑی تعداد میں دوست ہیں جو بڑی شوکت وقوت والے ہیں، اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس پر عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہوسکتا، مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے اور مجھے اُن کے ساتھ تعلقات رکھنا ضروری ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۱/ ۵۰۳)

کفار سے دوستی و موالات کا شرعی حکم: اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی و موالات یعنی اُن کی مدد کرنا، اُن سے مدد چاہنا اور اُن کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔

چنانچہ یہاں یہ حکم بغیر کسی قید کے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تمہارے دوست نہیں کیونکہ کافر کوئی بھی ہوں اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں، مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ سب ایک ہیں "اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ" کفر ایک ملت ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ص ۲۸۹)

لہٰذا مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے بچنے کا حکم دینے کے ساتھ نہایت سخت وعید بیان فرمائی کہ جو ان

سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے، اس بیان میں بہت شدت اور تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود ونصاریٰ اور دین اسلام کے ہر مخالف سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ص ۲۸۹، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۱/ ۵۰۳، ملتقطاً)

اور جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں کفار کو کلیدی آسانیاں نہ دی جائیں۔ یہ آیتِ مبارکہ مسلمانوں کی ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ پوری دنیا کے حالات پر نظر دوڑائیں تو سمجھ آئے گا کہ مسلمانوں کی ذلت و بربادی کا آغاز تبھی سے ہوا جب آپس میں نفرت و دشمنی اور لوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر غیر مسلموں کو اپنا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھ کر ان سے دوستیاں لگائیں اور انہیں اپنوں پر ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

اسلام کا نظام میراث

محمد آصف امجدی

جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی

اسلام ایک مکمّل دستور حیات ہے، حیات انسانی کا کوئی گوشہ وزاویہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اسلام نے رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ خلوت ہو یا جلوت، حکومت ہو یا سلطنت کا منصب ہو یا مفلس وقلاش کا خانہ بے چراغ، میدان کارزار ہو یا محفل جشن وسرور، الغرض مہد سے لحد تک اور اول سے آخر تک زندگی کے تمام شعبوں کی رہنمائی کرنا ہے اسلام کا امتیازی وصف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام کے ذریعہ جس طرح انسانی زندگی کے تمام تقاضوں اور مسئلوں کو حل کر کے نہایت ہی شاندار نظام قوم کے سامنے رکھ دیا ہے، اسی طرح انسان کے دار فانی سے کوچ کرنے کے بعد میت کے مال متروکہ کے بارے میں بھی ایک جامع نظام اور اس کی تقسیم کا عادلانہ طریقہ قوم کو عطا کیا ہے، جس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔

اسلام کا نظام تقسیم میراث تخمین وظن کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ وہ نظام الٰہی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (سورہ: نساء، آیت: ۱۱)

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان وحی ترجمان نے اسے نصف علم قرار دیا ہے۔ علم میراث کا جاننا فرض کفایہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”تعلموا الفرائض وعلموھا الناس فانھا نصف العلم وھو ینسأ وھو اول شیٔ ینزع من امتی“

تم لوگ علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیوں کہ وہ نصف علم ہے یہ علم بھلا دیا جائے گا اور میری امت سے جو چیز سب سے پہلے اٹھائی جائے گی وہ علم الفرائض ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب الحث علی تعلیم الفرائض)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو قرآن کو سیکھے اور فرائض کو نہ دیکھے وہ ایسا انسان ہے جیسے بے

سر کا آدمی بغیر فرائض سیکھے بے رونق رہے گا۔ (تفہیم الفرائض، صفحہ: ۱۷)

تقسیم میراث کے مسائل کو ناقص عقل وفہم کے میزان پر تولنا جہالت ونادانی ہے، ارشاد ربانی ہے:

اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ (سورہ نساء، آیت: ۱۱)

اسلام کا نظریہ میراث:

نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے پورا عالم اندھیروں میں زندگی بسر کر رہا تھا، اسلام سے قبل جس طرح لوگ اپنی طاقت کے بل پر کارزار حیات کے ہر شعبے میں شر پسندی کی حدوں کو پار کر چکے تھے، اس طرح میدان وراثت بھی عدل وانصاف کے ترازوں سے خالی تھا۔ میت کے مال متروکہ میں حصہ داری کا حق صرف اور صرف ذکور کو حاصل تھا، وہ بھی ان ذکور کو جو جوان اور میدان حرب وضرب کے لائق ہوتا۔ کمزور، ناتواں، ضعیف، بچے اور عورت حصہ داری سے محروم ہوتے۔ بے شرمی وبے غیرتی کا بازار یہاں تک گرم تھا کہ میت کے مال متروکہ میں اس کی بیوی بھی شامل ہوتی اور وہ بیوی جس کے حصے میں جاتی وہ اس کو اپنی بیوی یا لونڈی بنا لیتا، یعنی میت کے لڑکے اپنی سوتیلی ماں کو بھی مال میراث قرار دیتے تھے۔

افق عالم پر جیسے ہی اسلام کا نیر تاباں طلوع ہوا؛ ظلم وبربریت کے بادل چھٹ گئے، ظلم وستم کی زنجیریں ٹوٹ گئیں اور عالم کے ہر چہار جانب مسرتوں کا سماں بندھ گیا۔ اسلام نے دنیا کے سامنے ایک ایسا معتدل نظام وراثت کا خاکہ پیش کیا جو فطرت اور خاندانی زندگی سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ انصاف کے پہلوؤں کا بھی احاطہ کیے ہوئے تھا۔

اسلام کے اس پیغام کو سن کر نہ جانے کتنوں کی زندگی ایک نئے انداز میں شروع ہوئی، جو مایوسی وناکامی اور مظلومیت کو اپنا مقدر تصور کر چکے تھے۔

مغربی ذہنیت رکھنے والے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا کہ اس نے مردوں کو عورت کا دوگنا حصّہ دیا، جبکہ تقاضۂ عدل تو یہ تھا کہ دونوں کو برابر حصّہ ملے کیوں کہ دونوں آدم ہی کی اولاد ہیں۔ ان کو کیا معلوم کہ اسلام نے وراثت میں عورتوں کو حصے داری کا مستحق بنا کر ان پر کتنا احسان کیا، اور

جہاں تک بات رہی عدل انصاف کی تو اگر صداقت کے عینک سے دیکھا جائے تو ترکے میں عورتوں کو یہ حق بھی نہیں ملنا چاہیے کیونکہ عورت پیدائش سے لے کر موت تک مرد ہی کے ذمے داری میں ہوتی ہے، اس لیے کہ جب وہ شادی کے بندھن سے آزاد ہوتی ہے تو وہ اپنے باپ کی کفالت میں رہتی ہے اور ہر طرح کی معاشی ذمہ داریوں سے سبکدوش رہتی ہے اور جب شادی کے رشتے سے منسلک ہوجاتی ہے تو اس کے نان ونفقہ کا سارا بوجھ اس کے شوہر کے سر ہوتا ہے اور یہاں بھی معاشی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہوتی ہے، لہٰذا انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ میراث میں عورت کا حصّہ مرد کی بہ نسبت کم رکھا جائے۔

کیا معترض کو اسلام کی یہ "اعلیٰ ظرفی" نظر نہیں آئی کہ اسلام نے میت کے ورثے میں صرف چار مرد کو حصے داری کا مستحق قرار دیا جب اس کے مقابلہ میں آٹھ عورتوں کو حق دیا ہے جو مرد کا دوگنا ہے۔

احکام تقسیم میراث:

میت کے اموال متروکہ میں حکم میراث جاری کرنے سے پہلے ان چیزوں کا خاص دھیان رکھنا چاہیے۔

نمبر ۱۔ تجہیز تکفین: اعتدال کے ساتھ سنت کے مطابق میت کے کفن دفن کا انتظام کرنا۔

نمبر ۲۔ ادائیگی قرض: تجہیز وتکفین کے بعد جو مال بچا اس سے میت کے قرضے چکائے جائیں۔ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے کیوں کہ قرض یہ فرض ہے جب کہ وصیت کرنا ایک نفلی کام ہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے قرض وصیت سے پہلے ادا کرایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الدین قبل الوصیۃ)

نمبر ۳۔ وصیت: ادائیگی قرض کے بعد وصیت کا نمبر آتا ہے۔ قرض کے بعد جو مال بچا ہو اس کے تہائی سے وصیتیں پوری کی جائیں گی۔ ہاں اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور سب تہائی مال سے زائد سے وصیت پوری کرنے کی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔

نمبر ۴۔ میراث: وصیت کے بعد میت کا کل بچا ہوا مال کتاب وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (بہار شریعت، جلد: سوم، حصّہ: ۲۰ صفحہ: ۱۱۱۱)

یہود کی مصنوعات کا بائیکاٹ امت مسلمہ پر لازم ہے

سکینہ اکبر امجدی

ہمیں یہودیوں کی مصنوعات کا بائکاٹ کرنا لازم نہیں بلکہ یوں کہیے فرض ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے ہمارے مسلمان بھائی بہنوں پر بہت ظلم کیے حتی کہ ان لوگوں نے ہمارے مسلمان بھائی اور بہنوں کو شہید کرڈالا۔ اور اس مقام پر ان لوگوں نے انہیں لاکر کھڑا کردیا کہ وہ کھانے تک کو ترس رہے ہیں اور پانی کے لیے ترس رہیں، گھر سے بے گھر ہوگیے، جان و مال سب کو قربان کردیا، تو کیا ہم امت مسلمہ یہود کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرکے اپنے فلسطینی بھائی بہنوں کی مدد نہیں کرسکتے؟ بلکل کرسکتے ہیں اور بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس بائکاٹ کا پیغام دے سکتے ہیں۔

اسرائیل مصنوعات کے بائیکاٹ کے سلسلے میں جو بنیادی بات سمجھنے والی ہے اور وہ یہ کہ ہمیں اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ اس لیے کرنا ہے تاکہ انہیں مالی نقصان پہنچے، اور جب ہم اس پر غور کرینگے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ بائیکاٹ کرنا ہمیں اس وقت موثر و مفید ہوگا جبکہ انکی مصنوعات کا آنا بند ہوجائے گا۔ اور یہ کام عوام مسلمان سے زیادہ مسلمان تجارت کرنے والے اور دکاندار حضرات کے کرنے کا ہے، چنانچہ جب یہ حضرات انکے پروڈکس نہیں خریدینگے تو وہ market میں آئیگی ہی نہیں اور جب نہیں آئیں گی تو نہیں خریدی جائنگی۔ لہذا مسلمان تجارت کرنے والے اور دکان چلانے والے حضرات کو اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اگر خدانخواستہ غیر مسلم تجارت کرنے والے اور دکاندار کے ذریعے market میں اگر اسرائیل مصنوعات آجائے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر غور و فکر اور اسکا بائیکاٹ کرنے کی حتی الامکان پوری کوشش کرنی چاہیے اور مسلمان کو اسکی ذمیداری سمجھنی چاہیے۔

اسرائیل پروڈکٹس خرید کر اسے ضائع کرنا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح سے درست نہیں، اس لیے خریدنے کی صورت میں انہیں مالی فائدہ ہوگیا۔ اور اسرائیلیوں کے لیے یہی کافی ہے، اور اب اگر بائیکاٹ کے نام پر اس حلال اور پاک شے کو ضائع کیا جائے تو یہ اسراف اور فضول خرچی میں شامل ہوگا اور فضول خرچی شیطان کا بھائی

ہے۔

ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ بائیکاٹ بھی انہیں مصنوعات کا ممکن ہے، اور جو کہ ہمارے لیے بہت ہی ضروری ہے لھذا ہم تمام مسلمانوں کو اسکا خیال رکھنا چاہیے تاکہ ہم ان سے بدلہ لے سکیں اور ہم انہیں نیست و نابود کر سکیں اور اس طریقہ سے وہ بہت ہی کمزور پڑ جائیں گے اور ہم ان پر غالب آجائنگے اور ہم سب مل کر اپنی مسجد اقصی کو بچا سکتے ہیں۔

یہودیوں کی مصنوعات مثلاً

purelife, Rice,Nestle

, Akai, sony, samsung, lg, puma, Report, Nike,Reebok ,kinley

etc, sansul, tashiba,haiher

ان تمام پروڈکٹس سے ہمیں گریز کرنا چاہیے تبھی ہم اپنے مسلمان بھائیوں کا بدلہ لے سکتے ہیں ورنہ ہم اپنی امانت میں خیانت کرنے میں شمار ہو سکتے ہیں۔

اللہ کریم ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فلسطین وغزہ کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مستشرقین کے قرآن پر اعتراضات اور ان کا رد

غلام غوث مصباحی ثقافی

مرکز الثقافۃ السنیۃ، کیرلا

جب ہم قرآنی متن کی تحقیق وتفتیش اور اسکی توثیق کے حوالے سے مستشرقین کے علمی کارنامہ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ روح وحی کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ اور یہ سب یا تو اس سبب تھا کہ اسکی وجوہات میں پہلے سے طے شدہ مقاصد کارفرما ہوں یا اسلام کے مصادر کی حقیقی فہم سے بالا تر ہوں یا یہ سب محض اس وجہ سے ہو کہ وہ اسلام کے کٹر مخالف ہوں اور اسلام کی ترقی دیکھی نہ جاتی ہو بہر حال جو ہو وہ یہی چاہتے تھے کہ اہل ایمان کے ذہن وفکر میں شکوک وشبہات اور لایعنی خیالات بھر کر ان کے ایمان کا پوسٹ مارٹم کر دیں اور ان کے سینے سے قرآن کی عظمت ورفعت اور اسکی شان اعزاز واکرام کو بالکل مٹا دیں اور مسلمان کو روح ایمان سے اتنا دور کر دیں کہ وہ کما حقہ خوراک نہ ملنے کے سبب خود نیست و نابود اور تباہ و برباد ہو جائیں۔ یہ مقصد ایسا تھا کہ صرف اور صرف روپے پیسوں سے منزل مقصود تک رسائی تقریبا اتنا ہی محال تھا جتنا رات میں سورج کا نکلنا اور سخت آندھی میں دیا کا جلنا۔

مستشرقین کو اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن کی کیا حیثیت اور قدر و وقعت ہے، اور جب تک یہ کتاب روئے زمین پر رہے گی، فوز وفلاح کے راستے ان کے لیے کھلے رہیں گے۔ وہ کسی وقت بھی اس کی راہنمائی میں پوری دنیا کو مغلوب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہذا اس مصدر کو اس انداز اور پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے کہ یہ اپنی صحت وحفاظت کے معیار کے لحاظ سے دیگر کتب سماویہ ہی کے ہم پلہ نظر آنے لگے۔

یہ ایک واحد راستہ تھا جس سے امت مسلمہ کے قلوب واذہان میں گندگی بھر جا سکتی تھی سو انہوں نے اس پر منظم طریقے سے کام کرنا شروع کر دیا اور طرح طرح کے اعتراضات قائم کر کے امت محمدیہ کے بیچ افتراق وانتشار کی ہر ممکن کوششیں کیں اور سادہ ذہن کے مالک عوام الناس جو اسلام کے قواعد وضوابط اور اسکی حقیقت کے سمجھنے

سے قاصر تھے انہیں بھی پرخطر وادی میں ظالموں نے اتار ہی دیا اور انہیں بھی مذبذب کرنے کی سعی لا حاصل کیں چنانچہ اس سلسلے میں مستشرقین نے مسلمانوں کے ذہنوں میں قرآن کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی غرض سے دو بنیادی قسم کے اعتراضات کو اپنی تحقیقات کا مرکز ومحور بنایا۔ اول: قرآن کی جمع وتدوین اور دوم: قرآن کی قراءات کا اختلاف، قرآنی متن کی توثیق وعدم توثیق کے حوالے سے یہ دونوں اعتراضات بالکل اساسی اہمیت کے حامل ہیں، کیونکہ ان دونوں کا تعلق قرآنی متن اور الفاظ سے ہے۔ الفاظ ہی معنی اور مفہوم تک رسائی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اگر الفاظ ہی کی صحت میں تذبذب پیدا ہو جائے تو معنی ومراد کی قطعیت ایک بے معنی چیز بن کر رہ جاتی ہے۔

قرآنِ کریم کی حفاظت کے لیے اختیار کردہ تدابیر، زمانہ نبوت میں تدوین قرآن کی راہ میں حائل رکاوٹیں، ترتیب اور مندرجات کے اعتبار سے مصحفِ صدیقی کا دیگر صحابہ کے قرآنی نسخوں سے اختلاف، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصحفِ صدیقی پر اعتماد کے اسباب، بعض حلقوں کی طرف سے مبینہ طور پر مصحفِ عثمانی کا انکار، قرآن کی جمع وتدوین کا کام حضرت زیدؓ کے سپرد کرنے کی وجوہات اور عبد الملک بن مروان کے دور میں نص قرآنی میں چند ترامیم اور تبدیلیوں کا تذکرہ، اور ان جیسے بیسیوں اعتراضات ہیں جو مستشرقین نے حفاظت قرآن سے متعلق اٹھائے ہیں۔ اسی طرح ظاہری طور پر قراءات کا اختلاف بھی خصوصی طور پر ان کی توجہ کا مستحق رہا ہے۔

پھر یہ اعتراض بھی قائم کیا کہ قرآن شریف میں ہے کہ (انا نحن نزلنا الذکر و نحن له لحافظون) ہم نے قرآن اتارا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس پر ابتدائی زمانے میں اعراب نہیں تھا پھر اعراب کیوں لگایا گیا اور یہ کیسی حفاظت ہوئی، حفاظت کا تعلق جہاں گھٹانے سے ہی وہیں اس میں حذف واضافہ بھی حفاظت سے متعلق ہے لہذا یہ قرآن پر زیادتی قدرت خداوندی کے نقص پر دال ہے۔

آیات وسور کی ترتیب امر توفیقی ہے یا مشترکہ فیصلہ سے یہ ترتیب معرض وجود میں آئی، رسم عثمانی کی پیروی کیوں کر لازم ہوئی، کیا سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں صرف زید بن ثابت ہی کے پاس تھی یا کوئی اور بھی جانتے تھے

،قرآن کی ہر آیت ہم تک روایت کے کس زاویہ سے پہنچی ہے آیا ایک بھی آیت کہیں درجہ مشہور یا احاد ہی تک محدود نہیں رہ گئی۔

اس طرح کے بہت سارے سوالات تھے جسکے ذریعے انہوں نے اہل اسلام کے دل سے قرآن کی محبت نکالنے کی ناپاک کوششیں کیں اور خائب وخاسر ہو کر اپنے بوسیدگھر کی طرف لوٹے۔

مستشرقین کے گندے نظریات اور نجس خیالات جن کا صفایا وقت کا اہم تقاضا تھا علما اہل حق آگے بڑھے اور زاویہ سے انکی کمر توڑ کر رکھ دی اور بتادیا کہ جب تک علما اہل سنت و جماعت اس خاک گیتی پر ہیں اس دین کے ساتھ کوئی کھیلواڑ نہیں کرسکتا

اللہ امت مسلمہ اور دین متین کو مستشرقین کے دجل وفریب اور انکے مکر سے محفوظ رکھ اور علمائے اہلسنت کی حفاظت فرما آمین!

غیر مقلدین کی فہمِ حدیث کا منصفانہ جائزہ

محمد تمیز الدین مصباحی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

ہر شئی کی بنیاد ضرور ہوتی ہے اسی بنیاد سے شئی کی مضبوطی کا اندازہ ہوتا ہے، اس طرح تمام ادیان کی اپنی اپنی بنیادیں ہیں، انہی بنیادوں پر مفکرین غور وخوض کر کے حق و باطل کو سمجھتے ہیں، یقیناً اسلام ایک حقانی، ربانی دین ہے جس کی بنیادیں مستحکم وغیر متزلزل ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی مفکرین و محققین اسلام میں تحقیق و ریسرچ کے ذریعہ جوک در جوک داخل اسلام ہو رہے ہیں۔

اسلام کی بنیاد دو اصول قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو ہر آن اپنی روشنی سے اطراف عالم کو منور و مجلی کیئے ہوئے ہے اور قیامت تک لوگوں کے رشد و ہدایت کیلئے کافی ووافی ہے۔

قرآن مجید کے بعد دین اسلام کا سب سے بڑا ماخذ و مراجع احادیث کریمہ ہیں، احادیث حمیدہ کے بغیر قرآن فہمی کا دعوی باطل ہے، احادیث نبوی دراصل قرآن مجید کی تفسیر وتشریح ہے۔

لیکن فہم حدیث وفہم قرآن کی لیے ہر ایک کو نہ صلاحیت نہ استطاعت حاصل اور نا ہی یہ امر سب کیلیے ممکن، ہم پر رب العالمین کا احسان عظیم ہوا کہ صحابہ کرام وتابعین عظام نے اپنے قول وعمل سے تشریح فرمائی، ورنہ ھلاکت ہمارا مقدر ہوتی۔

رب قدیر کا کرم بالائے کرم ہوا کہ امام الامۃ کاشف الغمۃ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسی لازوال نعمت سے امت کو سرفراز فرمایا۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ امام اعظم کے احسان کا کچھ اس طرح فرمایا: امام المسلمین ابوحنیفہ نے شہروں کو زینت بخشی اور شہروں میں بسنے والوں پر احسان کیا۔ (تقلید ص: ۵۹)

امام اعظم نے قرآن وحدیث سے مسائل مستنبط کر کے امت محمدیہ پر احسان عظیم فرمایا، گویا کہ آپ کی ولادت، علم شریعت کی تدوین اور عالمگیر مرجعیت دنیا کے عظیم واقعات میں ایک عظیم واقعہ ہے، اسی لیے امام اجل ابوجعفر

احمد طحاوی فرماتے ہیں: ابا حنیفة النعمان من اعظم المعجزات بعد القرآن.(درمختار،ص:٤٥)

اب سے کچھ ڈیڑھ سو سال قبل اہل حدیث کے نام سے ایک فرقہ وجود میں آیا جو آج غیر مقلدین کے نام سے جانے جاتے ہیں، اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ ہم کسی امام کی پیروی کے بغیر حدیث پر عمل کریں گے اور آج تک کے حنفیوں نے احادیث کے بجائے اپنے امام کے قول پر عمل کیا ہے۔

ترک تقلید کا علم لے کر یہ فرقہ اپنی حدیث دانی کا اعلان کرتا ہے، ہندوستان میں سب سے پہلے جس نے تقلید کا قلادہ اتار دیا اس کے متعلق امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ترک تقلید کا بیج ہندوستان میں سب سے پہلے اسماعیل دہلوی نے بویا ہے۔(فتاوی رضویہ جدید،ج:١٥،ص:٥٥٢)

چونکہ علم حدیث کی دو قسمیں ہیں دلایت حدیث اور روایت حدیث ہم اہل حدیث کی حدیث دانی کو پہلے درایت حدیث یعنی وہ قواعد جن سے راوی و مروی عنہ کے احوال کی پہچان ہوتی ہے کہ رو سے انقاب المعالی کے طور پر پیش کرتے ہیں کیونکہ تقابلی مطالعہ سے حق و باطل سورج کی مانند روشن ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین اور درایت حدیث باعتبار اسماء الرجال:

(1) امام لامذہباں مجتہد نا مقلداں مخترع طرز نوی مبتدع از ادروی میاں نظیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب معیار الحق میں احناف کی مستدل احادیث کو رد کرنے کی لاحاصل کوششیں کی ہیں کچھ جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا محمد بن عبيد المحاربي نا محمد بن فضيل عن أبيه عن نافع وعبدالله بن واقد أن مؤذن ابن عمر قال: الصلاة، قال: سر، حتى إذا كان قبل غيوب الشفق نزل فصلى المغرب، ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء، ثم قال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا عجل به أمر صنع مثل الذي صنعت فسار في ذلك اليوم والليلة مسيرة ثلث۔ (ابو داؤد بسند صحیح)

مذکورہ بالا حدیث کو نذیر حسین صاحب نے صرف اس لیے ضعیف قرار دے کر نا قابل استدلال ٹھہرایا دیا کہ اس کے ایک راوی محمد بن فضیل ہیں۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین میں دلائل و براہین سے ملاجی کی محدثانی کا سارا بھرم اتار دیا اور راہ حق کی راہ کو واضح کر دیا چنانچہ فرماتے ہیں:

اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیا: امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ، امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لا باس بہ کہا، امام احمد نے اس سے روایت کی، اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے۔ میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اس کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثا: یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعوی کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب "رمی بالتشیع" (ذکر کیا) ملاجی کو بایں سال خوردی و دعوائے محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق ہے۔

زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلھم اللہ تعالی جمیعا، بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں، خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے تشیع کو رافضی بنایا، حالاں کہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا، شیعی کہا جاتا۔ بلکہ جو امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ پر تفضیل دیتا، اسے بھی شیعی کہتے حالاں کہ یہ مسلک بعض علمائے اہل سنت کا تھا، اس بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا، بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالاں کہ یہ محض سنیت ہے، امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا۔ حیث قال: محمد بن فضيل بن غزوان المحدث الحافظ كان من علماء هذا الشان وثقه يحي بن معين وقال أحمد: حسن الحديث شيعي قلت: كان متواليا فقط۔

رابعا: ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔ ان کے رواۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنھیں اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا۔ (حاشیہ میں ۳۲ لوگوں کا نام گنایا ہے)، یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا 'کتاب مسلم ملآن من الشیعۃ' دور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

خامساً: اس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابو داؤد نے ذکر کر دیں، اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں، پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا، ولکن الجھلۃ لا یعلمون" اور یہ تو ادنی نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا۔ ملاجی نے نقل میں عارف اڑادیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔(فتاوی رضویہ، ج:۲،ص:۲۴۵، باب الاوقات، ناشر: رضا اکیڈمی ممبئی)

(2) پھر ایک مقام پر میاں نذیر حسین دہلوی اپنی حدیث دانی کا ثبوت اس طور پر دیتے ہیں:

(ملاجی نے امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے، ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف "قاله الحافظ في التقريب"۔

اس پر امام احمد رضا کے تعقبات ملاحظہ فرمائیں:

اقول اولا: ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں۔

صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانیا: اس صریح خیانت کو دیکھیے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گیے۔

ثالثاً: محدث جی تقریب میں "ثقة يغرب" ہے۔ کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب' اور' فلاں غریب الحدیث' میں کتنا فرق ہے۔

رابعا: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، محدث جی غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

خامساً: باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجیے یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے، اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً: ذرا میزان تو دیکھیے کہ "أما بشر بن بكر التنيسي فصدوق ثقة لا طعن فيه" یعني بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلا کسی وجہ سے طعن نہیں کیوں، شرمائے تو ہو گے، ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں۔ ع　شرم بادت از خدا و از رسول

(فتاوی رضویہ جہان علوم و معارف، ج:۱،ص:۲۲۰)

اس طرح کی فریب کاریوں سے نذیر حسین دہلوی کی کتاب '' معیار الحق'' بھری پڑی ہے، جوکہ پورا کا پورا سراب ہے، یہاں تو صرف امام اہلسنت کی دو حدیثوں کے متعلق گفتگو پیش کی ہے،'' حاجز البحرین'' کا مطالعہ کریں، تو دیکھیں گے کہ ملاجی قدم قدم پر منہ کی کھائیں ہیں، اور اسماء الرجال سے تو ملاجی کا دور دور کا واسطہ ہی نہیں ہے، یہ تو حال ہے امام غیر مقلدین کا، غیر مقلدین کو اپنے اماموں پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح غیر مقلدین کے محدثین کا بھی یہی حال ہے مثلاً البانی اور شوکانی ،ان دونوں کی حدیث دانی کو استاد گرامی حضرت علامہ مولانا سلمان رضا خان جامعی ازہری صاحب قبلہ استاد جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد کی کتاب 'غیر مقلدین کے دعوے عمل بالحدیث' کی حقیقت کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اب تک تو درایت کے لحاظ سے ہم نے مجتہد غیر مقلداں کی حدیث دانی کو پیش کیا اب ہم 'فقہ الحدیث' کے اعتبار سے ان حضرات کی محدثانی کا بھی جائزہ لیتے ہیں۔

غیر مقلدین اور روایت حدیث باعتبار فہم حدیث:

فرقہ وہابیہ کے امام و پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں:'' اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک ان میں حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے''۔ (تقویۃ الایمان ص 26، الفصل الثالث راشد کمپنی دیوبند)

اس مقام پر امام الوھابیہ نے ایک عقیدہ یہ بیان کیا؛ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہو سکتا ہے۔(معاذ اللہ)

سب سے پہلے تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہے، پھر پچاسوں احادیث کریمہ کے خلاف یہ عقیدہ ہے، کچھ احادیث آپ حضرات بھی ملاحظہ فرمائیں:

(1) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله تعالى عليه وسلم: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (جامع ترمذی ج:2 ص: 45 مجلس برکات)

ترجمہ: حضرت ثوبان پہلے سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری امت میں تیس

کذاب ظاہر ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ وہ نبی ہے حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(2) حدثني أبو أسماء الرحبي أن ثوبان حدثه أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى يقول:.......... و سيخرج في أُمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي و أنا خاتم الأنبياء، لا نبي بعدي.

(هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و لم يخرجاه بهذه السياقة، و إنما أخرج مسلم حديث ثوبان مختصرا . اهـ ملتقطا . .) (المستدرک علی الصحیحین ، ج: ٤، ص: ٤٤٩، ٤٥٠، مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد و مرتبۃ المطبوعات الاسلامی بیروت، لبنان.)

(3) عن حذيفة أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال: في أمتي كذابون و دجالون سبعة و عشرون منهم أربع نسوة، و إني خاتم النبيين لا نبي بعدي. (مسند الإمام أحمد: ص: ١٧٣٥/مسند الأنصار، رقم الحديث: ٢٣٧٥٠، بيت الأفكار الدولية للنشر.)

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی نے فرمایا، میری امت میں ستائیس کذاب و دجال ہوں گے، ان میں سے چار عورتیں ہوں گی۔ اور میں تمام نبیوں کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(4) عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ الله - صلى الله عليه وسلم - خَرَجَ إِلَى تَبُوك ، فَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا، فَقَالَ : أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ، قَالَ: »أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ . مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي«۔ (صحيح البخاري ج,1 ص,633 مجلس بركات)

ترجمہ: حضرت مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابو وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو آپ نے حضرت علی کو مدینہ شریف میں جانشین کی حیثیت سے چھوڑ دیا، انھوں نے عرض کی، حضور! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ السلام با سلام جب اپنے رب سے کلام کے لیے حاضر ہوئے تو ہارون علیہ السلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گیے تھے، ہاں! یہ فرق ہے کہ ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں

ہے۔

(5)عن مُحَمَّدبْن جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى الله عليه و سلم - قَالَ »أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يُمْحَى بِيَ الْكُفْرُ وَأَنَا الحاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِي وَأَنَا الْعَاقِبُ «۔ وَ الْعَاقِبُ: الَّذِي لَيْس بعْدَهُ نَبِي۔ (صحيح مسلم ج,2 ص,261 مجلس بركات)

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی ہوں کہ میرے سبب اللہ کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ہوں، میرے قدموں میں لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(6)حدثني سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه و سلم يَقُولُ: »لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ. قَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ " الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔ (صحيح مسلم ج,2 ص,1035 مجلس بركات)

ترجمہ: حضرت سعید بن میسب کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی سے یہ فرماتے سنا کہ نبوت سے باقی نہیں، مگر مُبَشِّرات" صحابہ نے عرض کی حضور، وہ مبشرات کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اچھے خواب۔

اس کے علاوہ استاد گرامی محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین مصباحی صاحب قبلہ نے 37، احادیث کریمہ کو اپنی کتاب' احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف' میں جمع فرمایا اور پھر فرماتے ہیں کہ 71 صحابہ و تابعین سے اس مضمون کی احادیث مروی ہیں، جن کے اسماء کی تفصیل اسی کتاب میں دیکھنا، پھر فرماتے ہیں:

یہ تفصیل شاہد ہے کہ یہ احادیث متواتر المعنیٰ ہیں، الفاظ اور واقعات گو مختلف ہیں مگر یہ سب اس مضمون پر قطعی ویقینی طور پر دلالت کرتے ہیں کہ سید المرسلین خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا، لہذا اگر کوئی آپ کے بعد نبوت کا دعوی کرتا ہے تو وہ دجال وکذاب ہے۔ یہی وہ نصوص متواترہ ہیں جن کی بنیاد پر سلف وخلف کا اجماع قطعی منعقد ہوگیا کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آنا ناممکن ومحال ہے۔ (احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف ج 1 ص:116)۔

ایک سمت تو یہ متواتر احادیث کریمہ ہیں جن کو پڑھ کر مکتب کا طالب علم بھی سمجھ جائے گا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، مولوی اسمٰعیل دہلوی جو کے غیر مقلدین کے مجتہد مطلق ہیں، پھر بھی ان کا عقیدہ اتنا غلیظ ترین ہے، آخر غیر مقلدین کو اس کے علاوہ کیا ثبوت چاہیے کہ ان کے امام اسماعیل دہلوی کی حدیث پر کتنی نظر ہے؟، اور ان کی محدثانی کی حقیقت کیا ہے؟؟

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگیا کہ بغیر ائمہ اربعہ کے اور محدثین وفقہاء کے ہم احادیث کریمہ کو نا سہی معنوں میں سمجھ سکتے ہیں اور نا ہی عمل کر سکتے ہیں، ورنہ نذیر حسین دہلوی اور اسمٰعیل کی طرح مسائل تو کیا باب عقائد بھی صحیح کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے اور ہر قدم پر منہ کی کھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور تمام محدثین وفقہاء کی قبروں پر رحمتوں وانوار کی بارش فرمائے اور ان کے صدقہ ہماری مغفرت فرمائے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہود انبیائے کرام سے غداری کرنے والی قوم

مشاہد رضا اسلام پوری

جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ، کیرلا

اللہ رب العالمین نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام المرسلین ﷺ تک مخلوق کی رشد وہدایت کے لیے مختلف ادوار میں مختلف انبیاے کرام کو مبعوث فرمایا،لیکن سب سے زیادہ نبیوں کو اگر کسی قوم کی جانب ارسال فرمایا تو بلاشبہ وہ قوم قوم یہود ہے۔یہی وہ قوم ہے جس کی طرف اللہ رب العالمین نے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد،حضرت سلیمان،اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے بڑے بڑے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا جو نوع انسانی کو راہ راست میں لانے کے لیے تادم حیات احکام خداوندی کی تدریس وترویج کرتے رہے اور اپنی قوم کو تقرب الی اللہ کی دعوت دیتے رہے۔

لیکن یہ قوم ایک ایسی بد بخت اور سرکش قوم ہے جس نے انبیاء کرام کے احکام کی فرمانبرداری اور تعمیل آوری کی بجائے اللہ رب العالمین پر افترا پردازی،انبیاے کرام سے بغاوت ونافرمانی،ان پر عدم اعتماد،ان کا بے حق قتل،ان سے عہد شکنی،ان پر بے جا الزامات اور ان کے احکامات کا انکار اپنا ہدف بنالیا۔جس کے بدلے میں ان پر ذلت وخواری اور لعنت الٰہی کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

یوں تو یہود کی اللہ اور اس کے پیغمبروں کی شان میں لاتعداد غداری اور گستاخیوں کا پورا پورا حال اسلامی تاریخ میں مذکور ومحفوظ ہے،جن کو ہمارا یہ مختصر مضمون اپنے تنگ دامن میں سمیٹنے سے بالکل ہی قاصر ہے۔البتہ اختصار کے ساتھ چند عظیم ترین جرائم اور قبیح ترین افعال کی نشاندھی کی جارہی ہے۔

اللہ رب العزت کی شان میں افترا پردازی:

رب قدیر جو کہ سونے،لیٹنے اور اونگھنے سے پاک ہے اس کے بارے میں ان یہودیوں نے کہا: اللہ نے آسمان،زمین اور ان کے درمیان موجودہ کائنات کو چھ دن میں بنایا،پھر وہ تھک گیا اور ساتویں دن عرش پر لیٹ کر آرام کرنے لگا۔(معاذ اللہ)اس کی رد میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﳓ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۔

(ترجمۂ کنزالایمان) اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی۔ (صراط الجنان، سورہ ق تحت الآیۃ 38)

اسی طرح انہوں نے گستاخی کرتے ہوئے اللہ رب العزت کی شان میں کہا اللہ فقیر اور بخیل ہے! اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌؕ-غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْاۘ-بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِۙ-یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ-

(ترجمۂ کنزالایمان) اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے۔ (المائدہ، آیت 54)

حضرت موسی علیہ السلام کی ایذا رسانی:

یہ وہی قوم ہے جو حضرت موسی علیہ السلام پر مختلف طریقوں سے الزام تراشی اور ایذا رسانی کرتی رہی، چنانچہ کبھی تو آپ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام کا قاتل کہا تو کبھی آپ پر برص اور ادرہ جیسی بیماری ہونے کا الزام لگایا۔ کبھی آپ علیہ السلام کی جانب زنا کی نسبت کی تو کبھی آپ کو ساحر اور جادوگر کہا۔ گویا کہ ہر زاویہ انہوں نے سے حضرت موسی علیہ السلام کو ایذا پہنچائی۔ (روح المعانی۔ ج 22,21 ص 94-95۔ احیاء التراث العربیۃ بیروت)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل:

یہی وہ مردود و ملعون قوم ہے جس نے ایک عورت کے کہنے پر اللہ کے نبی حضرت یحییٰ بن زکریا کو حالتِ نماز میں قتل کر دیا۔ (قصص الانبیاء۔ فصل الثانی۔ بیان سبب قتل یحیی علیہ السلام)

حضرت زکریا علیہ السلام کا قتل:

جب یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا، تو آپ کی شہادت کی خبر سننے کے بعد آپ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام بیت المقدس کے قریب ایک درخت کے پاس جا پہنچے، درخت نے آپ علیہ السلام کو یہودیوں سے بچانے کے لیے اپنے اندر لے لیا، ادھر ابلیس نے آپ علیہ السلام کی چادر کا کچھ حصہ باہر نکال دیا،

جس سے یہود کو پتہ چل گیا اور آرا سے پیڑ کو چیر دیا اسی طرح آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کے دو ٹکڑے ہو گیے ۔ (الکامل في التاریخ ،ج 1 ،ص 232 ،دارالکتب العلمیہ بیروت ،)

حضرت اشعیاء علیہ السلام کا قتل:

حضرت اشعیاء علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ کے انتقال کے بعد ریاست کے معاملات میں لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے لڑنا شروع کر دیا ،حضرت اشعیاء علیہ السلام نے ان کو قتل وغارت سے منع کیا تو اس بد بخت قوم نے آپ علیہ السلام کو ہی شہید کر دیا ۔(تفسیر الآلوسي .البقرۃ ،تحت الآیۃ 61)

ایک ہی دن 300 انبیائے کرام کا قتل:

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ایک روایت منقول ہے:

"كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيلَ فِي الْيَوْمِ تَقْتُلُ ثَلَاثَمِائَةِ نَبِيٍّ" (تفسیر ابن کثیر ۔البقرۃ ،تحت الآیۃ 61)

(ترجمہ) بنی اسرائل نے ایک ہی دن میں 300 انبیاے کرام کو شہید کر دیا ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ:

اس مردود وملعون قوم کو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے جرائم سے روکنے کی کوشش کی اور ایمان وراستی کی طرف بلایا ،تو یہودیوں نے غصے میں آکر آپ کو قتل کرنے کا عزم مصمم کر لیا ،جب انہوں نے اپنے کسی شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل کرنے کے لیے بھیجا ،تو اللہ رب العالمین نے آپ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور جو شخص آپ کو قتل کرنے آیا تھا اللہ نے اس کی شکل کو حضرت عیسی علیہ کی شکل سے بدل دیا ۔جب یہودی اندر آئے تو اپنے ہی آدمی کو عیسی سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا ۔اور اسی طرح خداے متعال نے ان کی سازشوں کو نقش بر آب کر دیا اور اپنے پیغمبر کو ان کے چنگل سے رہائی بخشی ۔(الکامل فی التاریخ ،ج 1 ،ص 243-244 ۔دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام المرسلین ﷺ کو قتل کرنے کی ناپاک کوشش:

ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے کیوں کہ ان یہودیوں سے آپ ﷺ کا معاہدہ تھا ۔چنانچہ آپ جب ان یہودیوں کے پاس تشریف لے

گئے تو ان لوگوں نے بظاہر تو بڑے اخلاق کا مظاہرہ کیا لیکن اندرونی طور پر انتہائی خطرناک سازش کا منصوبہ بنالیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی بھی تھے۔ یہودیوں نے ان تمام حضرات کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ ایک دیوار کے نیچے بٹھایا اور آپس میں مشورہ کیا کہ چھت پر سے ایک بہت ہی بڑا اور وزنی پتھر ان حضرات پر گرادیں تاکہ سب دب کر ہلاک ہو جائیں۔ جب عمرو بن جحاش اپنے اس ناپاک مقصد کی کامیابی کے لیے چھت پر چڑھا تو اللہ رب العالمین نے وحی کے ذریعہ اپنے حبیب ﷺ کو مطلع فرمادیا اور آپ وہاں سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس چلے آئے۔ (سیرت مصطفی ﷺ ص 296. 297۔)

یہود کا دعوی موسی علیہ السلام آخری نبی ہیں:

یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے ہوئے کہا کہ موسی علیہ السلام نے فرمایا "میں آخری نبی ہوں اور تم پر واجب ہے کہ قیامت تک میری شریعت پر قائم رہو" پھر اس سے استدلال کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ حضرت موسیٰ آخری نبی ہیں۔ ان یہودیوں سے اگر سوال کیا جاے، اگر موسی علیہ السلام آخری نبی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ اور نبیِ اکرم ﷺ سے معجزات کا ظہور کیسے ہوا؟ تو ان کی زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور جواب نہیں دے پاتے۔ (ابو حامد غزالی، اقتصاد فی الاعتقاد، قطب الرابع)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت:

علامہ غلام رسول سعیدی، جامع البیان کے حوالے سے اپنی کتاب، تبیان القرآن کے جلد اول میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 102 اور 103 کی تفسر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"شیاطین آسمان کی جانب چل کر فرشتوں کی باتوں کو سن کر کاہنوں کو بتادیتے تھے اور وہ لوگ ان میں بہت سے جھوٹ ملالیتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو منگوا کر ایک صندوق میں رکھ کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا۔ آپ علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصے بعد شیطان نے انسانی شکل اختیار کر کے بنی اسرائیل سے کہا کہ کرسی کے نیچے کی زمین کھودو۔ جب زمین کھودی گئی تو وہی مدفون کتابیں نکل آئیں۔ شیطان نے کہا: سلیمان اس جادو کی مدد سے انسان، جنات اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے، پھر بنی اسرائیل میں نسل در نسل یہ مشہور ہو گیا کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے۔ حتیٰ کہ نبی کریم [] ﷺ نے جب سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو مدینہ

کے یہودیوں نے کہا کہ سلیمان تو جادوگر تھے۔اس کی رد میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

"وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ" الخ۔

(ترجمہ کنزالایمان) اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں)۔

عزیر ابن اللہ:

حضرت عزیر علیہ السلام کے زمانہ میں اہل کتاب نے جب تورات کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے اپنے نفس کی پرستش کرنے لگا اور تورات کو پس پشت رکھ دیا، تو وہ تورات کو بھول گئے، ان کے پاس جو تابوت تھے وہ بھی اٹھا لیے گیے ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جس کو تورات یاد ہو، ایسے میں حضرت عزیر علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ مجھے تورات یاد ہے اور قوم کو اس کی تعلیم دینے لگے، پھر جب تابوت کو نازل کیا گیا تو انہوں نے اسے حضرت عزیر کے پاس موجود تورات کی مثل پایا، اور کہنے لگے عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔حتیٰ کہ جب نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو اپنی اتباع کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے کیوں کہ آپ عزیر کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کا رد فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ-ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ- يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ-قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ-اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ

(ترجمہ) اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔(تفسیر طبری ج 11، دارالہجر)

نبی کی والدہ کی جانب زنا کی نسبت:

حضرت مریم رضی اللہ عنہا وہ طاہرہ عورت تھیں جن کے جسم کو کسی مرد نے ہاتھ تک نہ لگایا، جن کے لیے جنت سے بے موسم پھل آتے تھے، جن کے بارے میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

"وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى"

جن کی شان بیان کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ۔

ان کی جانب اس بدترین قوم نے ایک قبیح ترین فعل کی اسناد کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بنا باپ کے پیدا ہونے پر حضرت مریم پر طعنہ زنی شروع کر دی اور آپ کو زنا سے منسوب کیا۔ جب لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا سے تفصیل پوچھنا شروع کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر کچھ پوچھنا ہو تو اس بچہ سے پوچھو۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بات کرنا شروع کر دیا اور کہا:

"اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔

(ترجمہ کنزالایمان) میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

(قرآن، سورہ مریم، آیت 30) - (الکامل فی التاریخ، ج 1، ص 239)

تورات میں تحریف:

جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو قوم یہود کے سرداروں کو قوی اندیشہ ہوا کہ اب ان کی سرداری اور روزی جاتی رہے گی، کیوں کہ تورات میں حضور ﷺ کا حلیہ شریف اور اوصاف مذکور ہیں، جب لوگ ان کو دیکھیں گے تو آپ ﷺ کو اس کے مطابق پاکر فوراً ایمان لے آئیں گے اور ہمیں چھوڑ دیں گے۔ اس اندیشہ سے انہوں نے تورات شریف میں آپ ﷺ کے مذکورہ اوصاف کو بدلنا شروع کر دیا؛ تاکہ لوگ آپ ﷺ کو اس کے خلاف پائیں اور آپ ﷺ پر ایمان نہ لائیں۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی:

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ-ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا-فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ.

(ترجمہ کنزالایمان) تو خرابی ہے ان کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لئے اس کمائی سے۔ (تفسیر نعیمی۔ البقرۃ تحت الآیت 79)

نکتہ:

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید کی حفاظت کی ضمانت اپنے پاس رکھی، برعکس تورات کے کہ اس کی حفاظت کی ضمانت اپنے پاس نہیں بلکہ بنی اسرائل اور یہود کو ہی دی۔ اور یہ بات عقل سلیم کبھی تسلیم نہیں کرے گی

کہ جو قوم اپنے نبی اور رسول کے ہی خون کی پیاسی ہو، وہ ان کو قتل کرنے کے بعد ان کی کتاب وشریعت کی حفاظت کرے گی۔

نبی اکرم ﷺ سے عہد شکنی:

مدینہ منورہ میں انصار کے علاوہ یہودیوں کی ایک بڑی آبادی موجود تھی، جن میں تین بڑے قبائل: بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ جو مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے، ہجرت سے قبل انصار اور یہود کے مابین اختلاف چلتا رہتا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان امن وسکون قائم کرنے کے لیے دونوں فریق کو بلا کر معاہدہ کی ایک دستاویز لکھوائی، جس پر فریقین نے دستخط کر دیا۔ (سیرت مصطفی ﷺ ص 188-189۔ مکتبۃ المدینہ)

پھر ہوا یہ کہ یہود کے ان تینوں قبیلوں میں سے ہر ایک نے اپنا کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور اپنی پرانی شرارتوں پر اتر آئے۔

سب سے پہلے تو یہودی قبیلہ بنو قینقاع نے معاہدہ توڑا جس بنا پر نصف شوال ۲ھ میں نبی اکرم ﷺ نے ان یہودیوں پر حملہ کیا اور یہودی مغلوب ہو گئے پھر آپ ﷺ نے ان بد ذات یہودیوں کو شہر بدر کر دیا۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص 245-246)

بنو قینقاع کے بعد ۴ھ میں بنو نضیر اور ۵ھ میں بنو قریظہ بھی اپنا کیا ہوا معاہدہ توڑ کر اسفل السافلین کے درجہ میں شامل ہو گئے۔ (سیرت مصطفی جان رحمت)

اہل فلسطین سے غداری:

قوم یہود پر اپنی دسیسہ کاری اور قاتلانہ سازش کی وجہ سے ہر جگہ ذلت ومسکنت کی مار پڑی۔ صدیوں تک یہ در بدر بھٹکتے رہی کیوں کہ یہودیوں کا کوئی مستقل وطن نہ تھا۔ جب یورپ میں ہٹلر نے لاکھوں یہودیوں کو قتل کر دیا اور ہزاروں کو جرمنی سے نکال دیا تب ان بے گھر یہودیوں کو فلسطین نے اپنی زمین میں جگہ دی۔

پوری دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ آج سے 75 سال پہلے غزہ اسرائیل اور ویسٹ بینک کی پوری زمین جو فلسطین اور مسلمانوں کی تھی۔ جیسے جیسے ان یہودیوں کی مادی قوت بڑھتی گئی مسلمانوں کی زمینوں میں اپنا

قبضہ جمانا شروع کر دیا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جگہ جگہ یہودیوں کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو تنبیہ کر دیا کہ ان کے طریقے پر نہ چلو اور ان سے دوری بنائے رکھو کیوں کہ جو قوم اپنے اللہ کی دشمن ہو، انبیا اور رسولوں کی دشمن ہو وہ اسلام و مسلمین کی کس قدر دشمن ہوگی۔

حضور اچھے میاں مارہروی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات

محمد حسن رضا احسنی

جامعہ احسن البرکات مارہرہ شریف

خانقاہ برکاتیہ (مارہرہ شریف) یہ وہ خانقاہ ہے کہ جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے اس خانقاہ، خانقاہ برکاتیہ کے کام اس کے منصوبے، اس کا قوم کی دکھتی ہوئی رگ پکڑ کر علاج کی طرف رہنمائی کرنا بلکل دوپہر کے روشن سورج اور چمکتے ہوئے چودھویں کے چاند کی طرح ظاہر و واضح ہے۔ یہ خانقاہ شروع ہی سے علما، اولیا، اقطاب، ابدال وغیرہ کا مرکز و مسکن رہی ہے اور اس خانقاہ کی اپنے آپ میں ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے ایک گنبد کے نیچے سات اقطاب آرام فرما رہے ہیں اور یہ ایسے مستند اور معتمد اقطاب ہیں کہ جن کی بشارت خود حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے دی ہے اسی لیے شاعر کہتا ہے:

جس کے ایک گنبد کے نیچے سات قطب آرام کریں
ایسا غوث نے بسوایا ہے برکت والا مارہرہ

امام زید شہید کی پانچویں پشت میں سے ایک بزرگ حضرت سید علی مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے عراق کے شہر واسط تشریف لائے پھر ان کی ساتویں پشت میں سے ایک بزرگ سید ابو الفرح واسطی اپنے چار شہزادوں کے ساتھ غزنی رونق افروز ہوئے (ملاحظہ کریں مدائح نور، ص 8) اور حضور سید محمد صغریٰ یہ سادات زیدیہ کے مورث اعلیٰ ہیں اور آپ کی گیارہویں پشت میں صاحب سبع سنابل شریف حضور میر عبد الواحد بلگرامی ہیں پھر آپ کے شہزادے حضرت میر عبد الجلیل بلگرامی ہیں اور یہی سب سے پہلے بلگرام سے ہجرت کر کے مارہرہ تشریف لائے (جن کا مزار مبارک مارہرہ میں بڑی سرکار کے نام سے مشہور ہے) پھر آپ کے پوتے امام سلسلہ برکاتیہ حضور صاحب البرکات علیہ الرحمہ نے مستقل طور پر خانقاہ برکاتیہ کی بنیاد رکھی۔ (تذکرہ شمس مارہرہ، ص 11-12 مختصراً)

مذکورہ سات اقطاب میں سے ایک قطب، حضور آل احمد اچھے میاں مارہروی علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات مبارکہ بھی ہے جو کہ اسی دودمان عالی شان کے چشم و چراغ اور اسی سلسلہ خیر و برکت کی روشن و تابناک کڑی ہیں۔

اور میرا عنوان بھی حضور کی حیات و خدمات ہے۔

اسم مبارک: آپ کا پورا نام شمس الدین ابوالفضل آل احمد ہے، اور لقب اچھے میاں ہے۔

ولادت با سعادت: شمس مارہرہ شمس الدین ابوالفضل آل احمد اچھے میاں مارہروی قدس سرہ کی ولادت باسعادت 28 / رمضان المبارک 1160ھ (1747ء) کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ سلطان مشائخ جہاں سے سنہ ولادت برآمد ہوتا ہے۔ (تذکرہ شمس مارہرہ، ص، 18)

حضور اچھے میاں مارہروی علیہ الرحمہ کی ولادت کے متعلق حضرت مولوی طفیل احمد متولی صدیقی اپنی کتاب برکات مارہرہ (جو کہ 1331 / 32ھ کی تالیف ہے) میں رقم طراز ہیں:

حضور اقدس [اچھے میاں قدس سرہ] اٹھائیس رمضان المبارک 1160ھ [1747ء] کو بمقام مارہرہ پیدا ہوئے، اُس وقت حضرت کی دادی بقید حیات تھیں، انہوں نے پیدا ہوتے ہی حضرت صاحب البرکات کا وہ خرقۂ مبارک جو بہ ایمائے حضرت غوث پاک اُن کے پاس ان کے پہنانے کو امانت رکھا تھا ان کے گلے میں ڈالا اور حضرت صاحب البرکات کے فرمان کے بموجب آل احمد اچھے میاں آپ کا نام رکھا۔ حضرت کی دادی صاحبہ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کے لیے موجب فخر ہوگا۔ آپ مادرزاد ولی تھے اور جس طرح حضرت غوث الأعظم قدس سرہ العزیز حضرت نبی کریم کے مظہر تھے اُسی طرح آپ حضرت غوث الثقلین کے مظہر تھے۔

تعلیم ظاہری و باطنی اپنے والد سے حاصل کی اور انہیں سے مثال خلافت حاصل کی۔ آپ کی شادی حضرت سید شاہ غلام علی صاحب بلگرامی کی دختر سے ہوئی، یہ بی بی بھی ایک فرشتہ خصلت بی بی تھیں۔ (برکات مارہرہ، ص، 71)

حضور اچھے میاں کی وہ ذات ہے کہ جس کی بشارت آپ کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی حضور صاحب البرکات نے سنادی تھی۔

صاحب البرکات کی بشارت:

حضور صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ نے بشارت دی تھی: "ہماری اولاد میں ایک صاحبزادے ہوں گے جن سے رونق خاندان دو چند ہوجائے گی"۔ اور اپنا ایک فرقہ اپنی بھتیجی اور بہو والدہ حضرت سیدنا شاہ حمزہ کو عنایت فرما کر حکم دیا تھا کہ یہ ان صاحبزادے کے واسطے ہے شمس مارہرہ کی عمر شریف جب

چار سال کی ہوئی تو آپ کے جدامجد حضرت سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ نے آپ کو اپنی گود میں بٹھا کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہی صاحبزادے یہی ہیں جن کی حضور والد ماجد (حضور صاحب البرکات) نے بشارت دی تھی۔(تذکرہ شمس مارہرہ،ص،18)

والد ماجد: آپ کے والد ماجد حضور اسد العارفین حضرت سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی (وصال 1198ھ) قدس سرہ ہیں جو کہ حضرت صاحب البرکات کے پوتے، حضرت سید شاہ آل محمد کے صاحبزادے اور صاحب تذکرہ حضرت شمس مارہرہ کے والد ماجد ہونے کے ساتھ ساتھ استاذ، مربی اور مرشد طریقت بھی ہیں۔آپ کے بارے میں غلام شبر قادری لکھتے ہیں:

کبھی آپ ایک عالم دین پرور ہیں کہ ہمہ تن حمایت شریعت میں محو ہیں، کبھی ایک شاہنشاہ بے کس نواز ہیں، کہ سراپا رعیت پروری میں مشغول ہیں، کبھی ایک شیخ عارف ہیں، کہ ہزاروں بندہائے خدا آپ سے فیض یاب ہیں، کبھی ایک طبیب مسیحا نفس ہیں، کہ صدہا مریض شفا پا رہے ہیں، کبھی ایک کریم دریا دل ہیں کہ سائلوں کی تلاش میں مستغرق ہیں، کبھی ایک مدبر شجاع ہیں کہ بڑے بڑے عقلا امور مشکلہ میں حضور سے تدابیر پوچھ رہے ہیں اور بڑے بڑے امور اہم سلطنت حضور کے اشاروں سے فیصل ہو رہے ہیں۔پھر ہر شان میں شان وحدت وعینیت ہویدا تھی۔ واقعی جمع دنیا و دین، فقیری و شاہنشاہی بہت دشوار ہے اور یہ حضور کا خاصہ تھا۔(مدائح حضور نور،ص،41-42)

تعلیم و تربیت اور بیعت: آپ نے علوم ظاہری و باطنی و منازل سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے فرمائی، اور آپ کی روحانی تعلیم و تربیت براہ راست بارگاہ غوثیت سے ہوئی، اس لیے کہا جا سکتا ہے، کہ آپ کے روحانی معلم و استاد خود غوث الثقلین ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے فن طب باقاعدہ حکیم نصر اللہ صاحب مارہروی سے حاصل فرمایا تھا۔مگر اس علم سے سوائے ستر تصرّفات کام نہ لیا جاتا تھا، بظاہر ہر مریض کو معمولی دوا یا کسی درخت کے پتے تجویز فرماتے، مگر حقیقتاً خود چارہ سازی فرماتے۔اور حضرت شمس مارہرہ نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ:358،تذکرہ شمس مارہرہ،ص،19)

سجادہ نشینی وعقد مسنون و اولاد و امجاد: والد ماجد حضور اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کے وصال (1198ھ)

کے بعد آپ خاندانی دستور کے مطابق مسند نشین سجادہ برکاتیہ ہوئے اور اپنے وصال 1235ھ تک کامل 37 برس اس مسند روحانیت کو زینت و رونق بخشی۔

حضور شمس مارہرہ کا عقد مسعود سید شاہ غلام علی بلگرامی کی صاحبزادی سے ہوا۔ آپ سے ایک صاحبزادے حضرت سید آل نبی سائیں میاں اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں، ان دونوں نے عہد طفولیت ہی میں پردہ فرمایا۔ حضرت سائیں میاں مادر زاد ولی تھے جو زبان سے نکل جاتا پورا ہوتا۔ آپ کا وصال 13 / ربیع الاول 1192ھ کو ہوا اور آپ کے صرف 28 روز بعد 11 / ربیع الثانی 1196ھ کو شہزادی صاحبہ رخصت ہو گئیں۔ (تذکرہ شمس مارہرہ، ص 19)

عادات و معمولات: حضرت پیر و مرشد (خاتم الاکابر) کی زبانی سنا ہے کہ حضرت مرشد اعلیٰ (شمس مارہرہ) شب آخر میں اٹھ کر بیت الخلا سے فارغ ہوتے، بعدہ وضو فرما کر نماز تہجد ادا فرماتے تھے، بعد نماز صبح تک اوراد و اشغال میں مشغول رہتے تھے۔ قریب صبح صادق کے مسجد میں تشریف لاتے تھے اور آتے ہی تحیۃ المسجد پڑھ کر فجر کی سنت پڑھتے تھے۔ قریب سحر فجر کی نماز باجماعت ادا فرماتے تھے، بعد فراغ نماز دست حق پرست اٹھا کر بہ آواز بلند ترقی دین اور بخشش مومنین کی دعا فرماتے تھے۔ جب حضور دعا سے فارغ ہوتے تھے فقرا گیارہ بار ذکر کلمہ شریف بہ آواز بلند کرتے۔ بعدہ حضور خانقاہ کو تشریف لے جاتے تھے اور پھر دن چڑھنے تک اوراد و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ اس وقت دروازہ بند ہو جاتا تھا کوئی اس خلوت میں باریاب نہیں ہو سکتا تھا۔ وظائف سے فراغت کے بعد محل سرا میں تشریف لے جاتے اور گھر میں سب کی خیریت دریافت فرما کر واپس آتے اور خانقاہ میں جلوہ فرما ہوتے اور درویشوں کو طلب فرما کر استفسار واردات شبینہ فرماتے اور حال مشغولی کا سن کر ان کی اصلاح فرماتے، پھر وضو فرماتے اور درگاہ معلی تشریف لے جاتے۔ فقرا آگے آگے چلتے، ایک خادم جزدان وظیفہ اور مصلی لے کر پہلے چلا جاتا اور معمول کی جگہ پر قبلہ رو مصلی بچھا دیتا تھا۔ حضرت درگاہ میں داخل ہو کر پہلے اپنے والد ماجد کے مزار پر فاتحہ و قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے اور پھر والدہ ماجدہ، جد امجد، عم مکرم کے مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے۔ فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد درگاہ کے دروازے بند کر دیے جاتے، آپ مصلے پر بیٹھ کر وظیفہ پڑھتے اور فقرا بیرون درگاہ دالان میں بیٹھ کر ختم قادریہ پڑھتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد درگاہ سے برآمد ہوتے تھے اور خانقاہ کو تشریف لے

جاتے تھے۔ اکثر اوقات برائے تفریح طبع پائیں باغ میں تشریف لے جاتے اور جامن کے درخت کے نیچے دری بچھا کر جلوہ افروز ہوتے۔ وہاں سے اٹھ کر خانقاہ تشریف لے جاتے اس وقت دربار عام ہوتا ہر ایک اپنا مطلب عرض کرتا حضرت ہر فرد بشر پر عنایت فرماتے تھے اور ہر ایک کے دامن مقصود کو دُرِ مطلوب سے بھر دیتے تھے۔ دوپہر تک یہ جلسہ رہتا تھا اس محفل کے برخواست ہونے کے بعد کھانا طلب فرماتے، خادم گھر سے کھانا لاتا تھا اس وقت سب لوگ چلے جاتے تھے جس کو روک لیتے تھے وہ ٹھہر جاتا تھا۔ گیہوں کی دو یا تین ہلکی چپاتیاں شوربہ یا مونگ کی دال کے ساتھ تناول فرماتے پھر قیلولہ فرماتے۔ بعدہ ظہر کی نماز مسجد میں ادا فرماتے، ظہر کے بعد تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوتے پھر خانقاہ میں جلوہ افروز ہو کر درود پاک کا وظیفہ پڑھتے۔ پھر نماز عصر مسجد میں پڑھ کر خانقاہ میں رونق افروز ہوتے مغرب کی نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔ بعد مغرب فقرا ختم خواجگان کرتے اس کے بعد پھر آپ خانقاہ میں رونق افروز ہوتے، سجادہ پر رونق افروز ہو کر تسبیح پڑھتے، پھر سب لوگ اپنا اپنا مطلب عرض کرتے تھے حضرت سب کی تسلی و تشفی فرماتے جاتے تھے۔ پھر دولت خانے میں تشریف لے جاتے تھے۔ پھر عشا کی اذان کے وقت مسجد میں تشریف لا کر عشا کی نماز باجماعت ادا فرماتے۔ اس کے بعد خانقاہ میں تشریف لے جاتے اور خانقا کا دروازہ بند ہو جاتا مگر بعض بعض خواص کو باریابی کی اجازت تھی۔ (باختصار تنبیہ المخلوق، ص، 25-26-27)

تصنیف و تالیف: آپ کی تصانیف کثیر ہیں، آپ نے مختلف علوم و فنون میں'' آئین احمدی'' مرتب فرمائی جس کی چونتیس (34) جلدیں تھیں، جن میں بہت سی جلدیں ضائع ہوگئیں، چند جلدیں اب بھی مارہرہ کے کتب خانے میں محفوظ ہیں، اور چند جلدیں مدرسہ قادریہ بدایوں کے کتب خانے میں موجود ہیں، آپ کا ایک رسالہ 'آداب السالکین' کے نام سے کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ جس کا سب سے پہلا ایڈیشن، 1935ء میں سید شاہ اولاد رسول محمد میاں نے اردو ترجمہ اور فارسی متن کے ساتھ لکھنؤ سے شائع کیا، اور الحمد للہ حضور تاج المشائخ حضرت سید شاہ امین میاں قادری برکاتی اطال اللہ عمرہ نے 1987ء میں اس کا از سر نو ترجمہ کیا، اور اس پر ایک گراں قدر مقدمہ تحریر فرمایا جو کہ برکاتی پبلشرز کراچی نے 1988ء میں شایع کیا۔ (آداب السالکین، ص، 7)

کشف و کرامات: آثار احمدی میں شیخ عنایت حسین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ: مارہرہ کے ایک کنبوہ صاحب حضرت

اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے مرید تھے، اُن کے صاجزادے انتہا کے بدذہن اور بدشوق اور کھلاڑی تھے تعلیم سے جی چرایا کرتے تھے، والد جس قدر اُن کی تعلیم میں زیادہ کوشش کرتے تھے اُسی قدر وہ اُس سے بھاگتے تھے۔ ایک دن اُن کے والد نے ذرا زیادہ تنبیہ کی اور سخت وسست کہا، وہ گھر سے بھاگ گئے، پھر بڑی تلاش سے پکڑ آئے، تب وہ کنبوہ صاحب اُن صاجزادے کو لے کر حضرت مرشد اعلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "بندہ زادہ انتہا کا بدذہن اور بدشوق اور کھلاڑی ہے کسی طرح نہیں پڑھتا، آپ دعا فرمادیں"۔ حضرت نے فرمایا: شیخ جی! تم کیا کہتے ہو، یہ تو ایک دن دستار فضیلت باندھے گا اور اپنے زمانے کا بڑا مولوی ہوگا۔ چنانچہ حضرت کے اس فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ یہ صاجزادہ گھر جاتے ہی کھانا پینا سب بھول گیا سوائے کتاب کے کوئی دوسرا شغل نہ رہا، یہاں تک کہ جو کتاب دیکھنا شروع کرتے تھے اُس کے مطالب بلا کسی استاذ کے خود بخود ان پر کھل جاتے تھے۔ چند دنوں میں بلا استمداد کسی کے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ پر عبور حاصل ہوگیا اُس کے بعد دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اور اپنے زمانے کے فاضلوں میں شمار ہوئے۔ ان صاجزادے کا نام مولوی بزرگ علی ہے جو کلکتہ میں دارالعلوم کے افسر تھے اور اُس کے بعد ایک عرصے تک صدر الصدور رہے۔ مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم (جنہوں نے الکلام المبین اور خدا کی رحمت وغیرہ تصنیف کی ہے) انہیں مولوی صاحب کے شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے شاگردان مولوی بزرگ علی صاحب کے اپنے اپنے وقت کے مشہور مولوی ہوئے ہیں۔ (برکات مارہرہ ص، 78-78)

خداوندا برائے آل احمد

نصیبم کن ولائے آل احمد

ایسی بے شمار کرامات حضور اچھے میاں کی موجود ہیں کہ جن کو پڑھ کر حضور اچھے میاں، کی شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا مقام ومرتبہ بہت بلند و بالا ہے بلکہ آپ کی شان تو یہ تھی کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بیداری کی حالت میں ملاقات فرمایا کرتے تھے اس سے متعلق ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت آل احمد اچھے میاں رحمتہ اللہ علیہ کے بھتیجے سید شاہ غلام محی الدین صاحب اپنے بچپن کا ایک واقعہ لکھتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشینی کے مکان میں اکیلے تھے اور اندر کسی کو جانے کی

اجازت نہ تھی ۔دروازے پر ایک خادم بیٹھا تھا۔میں کھیلتا ہوا دروازے تک گیا اور اندر جانا چاہا۔خادم نے روکا مگر میں جلدی سے اندر داخل ہوگیا۔میں نے دیکھا کہ حضرت دو بزرگوں سے بیٹھے کچھ باتیں کر رہے تھے ،میں آہستہ آہستہ جا کر پیچھے سے پشت مبارک کو لپٹ گیا،حضرت نے اپنا چہرہ مبارک پھیر کے مجھے دیکھ کر کچھ ناراضی سے فرمایا: کیوں آئے؟ میں نے (بھولپن میں) عرض کیا: آپ کے کندھوں پر چڑھوں گا۔ یہ سن کر آپ اور وہ دونوں بزرگ مسکرانے لگے پھر اُن دونوں بزرگوں نے میرے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور پیار کیا۔اس کے بعد آپ اُن بزرگ کے ساتھ اندر تشریف لے گئے ۔تھوڑی دیر بعد حضرت اچھے میاں رحمتہ اللہ علیہ اکیلے باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: وہ دونوں حضرات کون تھے اور وہ کہاں گئے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک حضور غوث پاک اور دوسرے سید شاہ جلال صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہما تھے ،یہ حضرات کبھی کبھی نظر کرم فرما کر تشریف لے آتے ہیں اور اب وہ تشریف لے گیے ۔(اچھے میاں کی اچھی باتیں ،ص 4-5)

اور آپ بھی حضور غوث اعظم سے بے انتہا محبت فرماتے تھے اور اپنی وصیت میں اپنے مریدین سے جس انداز سے آپنے نسبت قادریت کا اظہار کیا ہے ،وہ بھی قابل دید ہے ملاحظہ فرمائیں:''یہ خاندان برکاتیہ حمزویہ سات پشت سے خالص حضور غوث اعظم کا نمک پر وردہ ہے لہذا غوث اعظم کی غلامی ہر گز نہ چھوڑو کہ سلامتی دارین اسی میں ہے''۔

اور فنافی الغوثیت کی یہ شان تھی کہ اپنے بھتیجے حضرت شاہ غلام محی الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ،ان کے نام مبارک کی وجہ سے غایت محبت فرماتے تھے ،ہر کھانے کی چیز میں سب سے پہلے حضرت صاحبزادے صاحب کو کھلاتے پھر خود تناول فرماتے ۔(مدائح حضور نور ،ص 62 ،تذکرہ شمس مارہرہ ،ص 25)

وصال مبارک: آپ کا وصال 17 / ربیع الاول 1235ھ کو (جب کہ ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ دہلی کے قلعے پر حکومت کر رہے تھے) ہوا (برکات مارہرہ ،ص 86)

اور حضور اچھے میاں کے وصال مبارک کے تعلق سے ضمیمہ ہدایت المخلوق میں مکتوب ہے کہ ،ترجمہ: اس دن (یعنی 17 ربیع الاول) دوپہر کو فضیلت پناہ مولوی عبد المجید صاحب سے استفسار کیا جو کہ ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے کہ آج کیا دن اور کیا تاریخ ہے؟ مولوی صاحب (شاہ عین الحق) نے عرض کیا کہ پیر کا دن اور 16 تاریخ

ہے، مرشدی و مولائی (حضور شمس مارہرہ) نے پھر فرمایا کہ 16 یا 17؟۔انہوں نے (شاہ عین الحق نے) پھر مکرر عرض کیا کہ 16 تاریخ ہے۔ چونکہ اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت کی تاریخ اور وقت جناب والا پر روشن تھا، اس لیے حیرت واستعجاب سے فرمایا کہ ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ آج 17 ہے آج دن کے دو پہر رات کے چار پہر اور کل کا ایک پہر کس طرح کیسے گا؟۔آخر کار اس بیماری کا انیسواں دن، منگل کے روز، چاشت کا وقت 17 ربیع الاول 1235ھ تھی کہ استغراق کی حالت طاری ہوئی۔اسی وقت حاجت کا احساس ہوا۔فرمایا کہ "ہمیں اٹھا کر بٹھا دو پیشاب کی حاجت ہے، حسب الحکم آپ کو اٹھا کر بٹھا دیا گیا، جب آپ نے آنکھ کھول کر ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ آپ کا رخ بغداد شریف کی جانب ہے، ارشاد فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہمیں بغداد شریف کے بالمقابل پیشاب کرنے کے لیے بٹھا دیا ہے، اس جہت کی طرف رخ کر کے ہم رفع حاجت نہیں کریں گے۔لوگوں اور خدام نے اُس سمت سے دوسری جانب رخ کر کے بٹھا دیا، حاجت سے فارغ ہو کر آپ نے استنجا کیا اور پلنگ پر لیٹ کر شغل باطنی میں مشغول ہو گیے۔ابھی ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ کلمہ جلالت "اللہ" بہ آواز بلند منھ سے نکلا اور جاں بحق تسلیم کر کے جنت میں داخل ہو گیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔(ضمیمہ ہدایت المخلوق: ص، 87-88، وتذکرہ شمس مارہرہ، ص، 23-24)

نامہ سے رضاؔ کے اَب مٹ جاؤ بُرے کامو
دیکھو مرے پلّہ پَر وہ اَچھے میاں آیا
بدکار رضاؔ خوش ہو بدکام بھلے ہوں گے
وہ اَچھے میاں پیارا اَچھوں کا میاں آیا

حضور اعلیٰ حضرت اور رد بدعات

محمد مقصود عالم قادری

جامعۃ المدینہ فیضان کنزالایمان، کھڑک، ممبئی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی ہمہ گیر، نابغہ روزگار اور عبقری شخصیت ہیں جنھوں نے اپنی 65 سالہ مختصر سی زندگی میں امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے تقریبا 65 علوم وفون پر مشتمل ایک ہزار کتب ورسائل تصنیف فرما کر وقت کے سینکڑوں باطل فرقوں کا قلع قمع بھی کیا۔

جس وقت چند ایمان فروش مولوی اللہ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی شان و عظمت میں گستاخیاں کر کے طرح طرح کے فتنے برپا کرنے میں لگے ہوئے تھے اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دلائل و براہین کی روشنی میں جہاں درست عقائد ونظریات کی رہنمائی فرمائی وہیں عشق رسالت کی ایسی شمع فروزاں کی کہ جس کی لو قیامت تک نہیں بجھے گی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کنزالایمان اور فتاویٰ رضویہ جیسی عظیم الشان نعمت سے نواز کر امت پر احسان عظیم فرمایا، علاوہ ازیں آپ نے امت کو ایسے ایسے نایاب تحفے عطا کیے جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

جب لوگ سنتوں کی روشنی سے دور اور بدعتوں کے اندھیروں میں بھٹکنے لگے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام بدعتوں کو جڑ سے ختم کیا اور ترک شدہ سنتوں کو زندہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الرحمہ کو ماحی بدعت (بدعت کو مٹانے والا) حامی سنت (سنت کی حمایت کرنے والا) کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بعض بدمذہب لوگ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف بدعتوں کو موسوم کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بدعات اور خرافات کو بڑھاوا دیا۔

قارئین کرام! اس بات میں کتنی سچائی ہے ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا. اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کن کن بدعتوں کے خلاف آواز بلند فرمائی:

چھت سے نیاز وغیرہ پھینکنا: جلوسوں میں بارہا یہ منظر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ چھت سے نیاز وغیرہ تقسیم کرتے ہیں

اور لوگ اسے لینے میں خوب لڑتے جھگڑتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر نیاز پیروں تلے روند دیا جاتا ہے جس سے اسراف اور نیاز کی بے حرمتی لازم آتی ہے اور پھر لوگوں کا نقصان الگ سے۔

جب یہ مسئلہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی برگاہ میں پیش ہوا تو آپ علیہ الرحمۃ فرمایا:

"یہ خیرات نہیں شر و روسیآت ہے نہ ارادہ وجہ اللہ کی صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے (کی صورت ہے) اور یہ حرام ہے"۔ (احکام شریعت ج ۱ ص ۱۲۹ نظامیہ کتاب گھر)

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا کیسا ہے؟

فی زمانہ مسلمان بدمذہبوں سے بہت گھل مل گیے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ کرنا ان کے ہاں دعوتوں میں جانا اور ہوٹلوں میں چائے وائے پینا عام ہو گیا ہے، جب اس طرح کا سوال اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ علیہ الرحمۃ نے یوں جواب مرحمت فرمایا:

"بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا) حرام ہے اور بدمذہب ہو جانے کا اندیشہ ہے اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہر قاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج 2 /ص 277 مکتبۃ المدینہ)

محرم الحرام میں ہونے والے خرافات کی تردید:

آج کل ہمارے سنی بھائی بھی شیعوں کی پیروی کرتے ہوئے محرم الحرام میں اس قدر خرافات کرتے ہیں کہ جس کوئی حد نہیں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل فتوے کو بغور پڑھیے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے بدعتوں کا رد فرمایا فرماتے ہیں کہ علم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے مرثیے، مصنوعی کربلا کو جانا اور عورتوں کا تعزیہ دیکھنے کے لیے نکلنا یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہے۔ فاتحہ جائز ہے روٹی، شیرینی، شربت جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کے سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۹۹)

مزارات پر ہونے والے بدعتوں کا رد:

مزارات جو کہ متبرک مقامات میں سے ہیں اور وہیں سے روحانی فیضان بھی جاری ہوتا ہے، لیکن بعض

جاہلوں نے انہیں مبارک مقامات کو گناہوں کا اڈا بنا دیا، اور انگنت خرافات اور بدعات انجام دینے لگے۔ ان میں سے بعض بدعات اور ان کی رد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا فتویٰ دیا ملاحظہ فرمائیں:

مزارات کے آگے سجدہ کرنا:

بعض نادان قسم کے لوگ مزارات اولیا کو تعظیماً سجدہ کرتے ہیں یا پھر چومنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ سجدے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ایسے لوگ اگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات سے آشنا ہوتے تو ہرگز یہ قبیح عمل سرانجام نہ دیتے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مسئلے کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، جس میں فرماتے ہیں:

''مسلمان اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی ﷺ کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزوجل کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت یقیناً اجماعاً شرک مبین اور کفر مبین اور سجدہ تحیت (ادب کے لیے سجدہ کرنا) حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔ (الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ ص 5 دعوت اسلامی)

مزارات پر عورتوں کا جانا:

آج کل مزاروں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے دگنی رہتی ہے، بعض عورتیں تو بے پردہ ہو کر چلی جاتی ہیں، مرد و عورت کا اختلاط ہوتا ہے اور پھر وہاں کے مجاور حضرات عورتوں کے سر اور بدن پر ہاتھ اور جھاڑ و پھیرتے ہیں، اور یوں طرح طرح کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: غنیہ میں ہے، کہ یہ نہ پوچھ کہ عورتوں کا مزار میں جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ عزوجل کی طرف سے اور صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں'' سوائے روضہ انور ﷺ کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں''۔
(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج 2 / ص 315 مکتبۃ المدینہ)

فرضی مزار کے بارے میں حکم:

کچھ لوگ محض ایک خواب کی بنیاد پر فرضی اور مصنوعی مزار بنا لیتے ہیں اور حقیقی مزار کی طرح دھوم دھام کے

ساتھ اس میں عرس، فاتحہ، نیاز اور چادر وغیرہ چڑھانے لگتے ہیں، اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ ایسے مزار کے بارے میں حکم شرع ارشاد فرماتے ہیں:

"قبر بلا مقبور (فرضی قبر) کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال (چادریں چڑھانا، نیاز فاتحہ اور عرس وغیرہ) کرنا گناہ ہے، فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع (سننے کے لائق) نہیں ہو سکتی۔ (امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات ص 23)

ہماری اس مختصر تحریر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ تمام تر بدعات اور مزارات اولیا میں ہونے والے خرافات کے سخت مخالف تھے، اس کے باوجود بھی اگر نادان عوام ایسی خرافات کر بیٹھے تو ان کا اعلی حضرت علیہ الرحمۃ اور ہمارے اکابرین سے کوئی علاقہ نہیں، افسوس صد افسوس! کہ آج کچھ دریدہ دہن اعلی حضرت کی تصنیفات کا مطالعہ کیے بغیر ان کے خلاف بلا کسی تحقیق و تفتیش کے اپنی کتابوں اور جلسوں میں یہ جملہ کہنے سے باز نہیں آتے کہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بدعات اور خرافات کو فروغ دیا، حالاں کہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی ایسے خرافات کو ختم کرنے میں صرف کر دی، یا تو یہ لوگ اعلی حضرت کے فتاوی کا علم نہ ہونے یا معاذ اللہ جھوٹ یا بغض و حسد کی وجہ سے یہ جملہ بول کر اعلی حضرت پر الزام عائد کرتے ہیں۔ مذکورہ تعلیمات ان لوگوں کے لیے بھی درس عبرت ہے جو کہ اعلی حضرت سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور مسلک اعلی حضرت کا فلک شگاف نعرے لگاتے ہیں لیکن اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے نا آشنا ہیں یہی وجہ کہ ایسی خرافات کر جاتے ہیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو تعلیمات اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر مکمل عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صدر الافاضل اور احقاق حق و ابطال باطل

محمد عرفان قادری

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات ظاہری میں ہی "لا نبی بعدی" کے ارشاد سے آپ کے امتیوں نے یہ جان لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب نبوت کلی طور پر مقفل ہو گیا ہے لہذا اب کسی بشر کی یہ مجال نہیں کہ نبوت کا دعوی پیش کرے لیکن لوگوں پر جس طرح سے کسی نبی کی آمد کا امر منکشف تھا اسی طرح یہ بات بھی واضح تھی کہ سلسلہ نبوت کے منقطع ہو جانے کے بعد اللہ رب العزت اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کا انتظام کسی نہ کسی صورت میں ضرور فرمائے گا، اور ہوا بھی یہی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری طور پر پردہ فرمانے کے بعد صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ہر دور کے علما وصوفیا یکے بعد دیگرے آتے گیے اور اللہ کے حکم سے اس کے دین کی آبیاری کرتے رہے، لوگوں کو معبود حقیقی کی طرف بلاتے رہے اور حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتے رہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی مفسر قرآن، صاحب جزائن العرفان، حضرت العلام، عارف باللہ، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ ہے، آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں، آپ علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے گوناگوں صفات کا حامل بنایا اور بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا گویا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو پیدا ہی اپنے دین کی اشاعت کے لیے کیا تھا یہی وجہ تھی کہ ایام طفلی سے ہی آپ ذہانت و فطانت میں منفرد تھے اور بہت جلد مروجہ علم سے فارغ ہو کر خدمات دین میں مصروف ہو گیے، آپ کو پوری زندگی احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی جسے آپ نے احسن طریقے پر انجام دیا آئیے آپ علیہ الرحمہ کے اسی وصف احقاق حق و ابطال باطل کی کچھ جھلکیاں ملاحظہ کرتے ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ اس وصف میں ید طولی رکھتے تھے، کفار و بے دینوں سے آپ کے بہت سارے مناظرے ہوئے۔ عیسائی، آریہ، روافض، خوارج، قادیانی، وہابی، غیر مقلد منکرین حدیث سب سے مناظرے کیے اور بحمد اللہ فتح بھی حاصل کی۔

زمانہ طالب علمی میں ہی بہت سے مناظرے ہوئے چنانچہ محلہ گل شد میں قبرستان کے قریب ایک آریہ رہتا تھا، جو شخص فاتحہ پڑھنے جاتا اسے بلا کر کہتا کہ روح تو کسی دوسرے قالب میں پہنچ گئی، بے کار فاتحہ پڑھتے ہو، اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتا، حاجی محمد اشرف صاحب نے آ کر یہ حال آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا چلو، اور قبرستان میں جا کر فاتحہ پڑھی۔ حسب عادت اس آریہ نے حضرت کو بھی بلایا اور جس طرح لوگوں کو بہکانے کے لیے تقریر کرتا تھا تقریر شروع کی۔ حضرت نے روح کے متعلق اس سے سوال کیے۔ وہ لا جواب ہوا اور بہت گھبرایا۔ حضرت نے تناسخ (آواگون) کے باطل ہونے پر وہ دلیلیں قائم فرمائیں کہ وہ حیران ہو کر کہنے لگا میں نے آج تک ایسا محقق فلسفی نہیں دیکھا اور کہنے لگا: اب میں کسی کو فاتحہ پڑھنے سے منع نہیں کروں گا، میری تسلی ہو گئی۔ (حیات صدر الافاضل ص: ۲۷)

مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے، حضرت مسجد قلعہ سے جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے، ملاحظہ فرمایا کہ آریہ، اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسہ کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گیے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے، میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے۔ حضرت نے فرمایا: پنڈت جی! آپ کا کیا اعتراض ہے بیان کیجیے میں جواب دیتا ہوں، اس نے بڑی تعلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے آپ کیا جواب دیں گے۔ حضرت نے کہا آپ اعتراض تو کیجیے پھر دیکھیے آپ کو تسلی بخش جواب ملتا ہے یا نہیں اس نے کہا کہ آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ حضرت نے کہا کہ زید حضور کے بیٹے نہ تھے متبنی (گود لیے ہوئے) تھے جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں، حضور نے کرم سے انہیں بیٹا فرمایا شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا نہیں ہوتا، نہ وہ ورثہ پاتا ہے، وہ مر جائے تو نہ اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے، آریہ بولا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی ہو جاتا ہے، اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔ حضرت نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی، حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہوتا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے، صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا، اسے اتنے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا

کہ پورا مجمع اس سے متاثر ہوا، مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگا میں نہیں مانتا، سارا مجمع اس سے کہتا ہے عقل کی روشنی میں دیکھ مگر وہ کہتا ہے نہیں مانتا، حضرت نے فرمایا اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں، سنو مجمع والو! پنڈت جی، میں کہتا ہوں تم میرے بیٹے ہو۔ تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا، پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہوگیے اور بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہوگیے، بیٹے کی بی بی حرام اور بیٹے کی ماں حلال، تو تمہاری ماں میرے لیے حلال ہوگئی۔ کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں فرمایا: میرا مدعا ثابت ہوگیا تو اسے خود گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہوجاتا۔ یہ سن کر پنڈت مجمع میں چلایا آپ کے مولوی صاحب چلے گیے تھے، اب میں جاتا ہوں، مجمع نے اس کے پیچھے تالیا پیٹیں۔ (ایضاص: ٢٨)

دہلی میں رام چندر نامی ایک آریہ بہت خوش آواز تھا غیر مقلدین نے اسے کچھ قرآن مجید کی سورتیں بھی اچھے لہجہ کے ساتھ یاد کرادی تھیں۔ بہت ہی دریدہ دہن تھا، بریلی میں اس نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا، مسلمانوں نے اس کا چیلنج قبول کیا اور حضرت حجتہ الاسلام مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں آکر عرض کی کہ کوئی عالم مناظرہ کے لیے مقرر فرمائیے، انہوں نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ابھی مراد آباد تار دو (خط بھیج دو) رات کو صدرالافاضل تشریف لے آئیں گے اور صبح مناظرہ شروع ہوجائے گا، تار کسی قدر تاخیر سے پہنچا، ریل کا وقت گزر گیا صبح کو صدر الافاضل نہ پہنچے تو حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رامپوری کو، جو ایک بڑے جلیل فاضل تھے مناظرہ کے لیے پیش کردیا اور رام چندر سے روح ومادہ کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی۔

جس وقت حضرت صدرالافاضل جسلہ گاہ میں پہنچے تو گفتگو جاری تھی مگر علمی بحث سے عوام کو بالکل دلچسپی نہ تھی، حضرت صدرالافاضل نے حجتہ الاسلام سے فرمایا کہ اگر میں کلاس شروع کرتا ہوں تو آریہ کہے گا کہ آپ کے مولوی صاحب ہار گیے اس لیے دوسرے مولوی صاحب کو کھڑا کیا ہے، لہذا آپ صدر ہیں، اعلان فرمادیں کہ گرمی کا وقت ہے وقت ہوگیا ہے گیارہ بج گیے ہیں بقیہ بحث رات کو ہوگی حضرت حجتہ الاسلام نے اعلان فرمایا کہ سب لوگ اور ہر دو مناظر چند منٹ کے لیے ٹھہر جائیں میں مجمع کو بتادوں کہ پنڈت جی اور مولانا صاحب کی گفتگو کا کا نتیجہ کیا نکلا، سب لوگ ٹھہر گیے۔ صدرالافاضل نے رام چندر سے فرمایا: پنڈت جی آپ یہ کہتے ہیں کہ روح انسانی وحیوانی ایک ہے صرف نوعیہ کا فرق ہے، پنڈت جی نے کہا: ہاں، فرمایا کہ مولانا صاحب فرماتے ہیں فقط صورت کا ہی فرق نہیں ہے

بلکہ روح حیوانی اور روح انسانی میں بہت فرق ہے، مولانا ظہور الحسن نے فرمایا: صحیح ہے، صدر الافاضل نے مجمع سے دریافت فرمایا: آپ لوگ کچھ سمجھیں؟ مجمع نے کہا: کچھ نہیں، صدر الافاضل نے مجمع سے کہا پنڈت جی کہتے ہیں کہ آدمی اور گدھے میں روحانی کچھ فرق نہیں، گدھا اور آدمی میں فقط صورت میں فرق ہے، تمہارے سامنے انہوں نے اقرار کیا کہ روح انسانی اور حیوانی ایک ہے۔ یہ سن کر تمام مجمع کے لوگ قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ پنڈت جی اور گدھے میں فقط صورت کا فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہیں۔ اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ صدر الافاضل کو سلامت رکھے جنہوں نے دو لفظوں میں سارے مناظرے کا نچوڑ ہمیں سمجھا دیا، یہ جلسہ کامیابی سے ختم ہوا، رام چندر نے کہا کہ اس وقت میں یہاں آیا ہوں شام کو آپ ہمارے مندر میں آئیں وہاں گفتگو ہوگی، صدر الافاضل نے منظور فرمایا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری ہوئی اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ رات کو آپ مندر میں جائیں گے؟ صدر الافاضل نے عرض کیا کہ حضور تبلیغ اسلام کے لیے مندر میں جائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نے کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔

شب کو بعد نماز عشاء مندر پہنچے، رام چندر نے بڑے فخر کے ساتھ کہا مولانا آپ مجھ سے کیا بحث کریں گے میں آپ کی کتاب یعنی قرآن پاک کے ۱۰ پارے نوک زبان پر رکھتا ہوں آپ میرے وید کے ۱۵/ اوراق سنا دیجئے حضرت صدر الافاضل نے فرمایا پنڈت جی یہ بات دوبارہ نہ کہنا اس میں تمہاری ذلت ہے، اس نے جواب میں کہا واہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے آپ میری کتاب نہ پڑھ سکیں اور میری ذلت ہو، ذلت آپ کی ہوگی یا میری، صدر الافاضل نے فرمایا کہ ذلت تمہاری ہوگی میں بڑی مہربانی سے یہ بات کہتا ہوں کہ اگر پھر آپ نے یہ کہا تو بہت ذلیل ہوں گے پنڈت نے کہا وہ کیسے؟ صدر الافاضل نے ارشاد فرمایا کہ پنڈت جی میری کتاب تو ۱۵/ پارے یعنی آدھی کتاب سنا سکتے ہیں اپنا وید جسے تم خدا کی کتاب مانتے ہو اس کو آدھا چھوڑ و چہارم سنا دو، ۱۵/ ورق ہی پانچ، ورق ہی فقط پڑھ دو، اس سے قرآن مجید کی صداقت کا پتہ چلتا ہے کہ مخالف کی زبان پر بھی اس کا یہ فیض ہے کہ وہ ۱۰ پارے سنانے کے لیے تیار ہے اور اسے ماننے والے یعنی مسلمان تو کوئی جاہل سے جاہل گاؤں کا رہنے والا بھی ایسا نہیں ہے جسے کچھ نہ کچھ قرآن مجید یاد نہ ہو کم از کم ایک آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی اس کو یاد ہوگی قرآن پاک کا دعوی ہے یہ کتاب "سارے جہان کے لیے ہدایت ہے" یہ دعوی پنڈت جی تمہارے قول سے ثابت ہو گیا

اور قران مجید کا سارے عالم کے لیے ہدایت ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا، اس مضمون کو حضرت نے ایسے شاندار طریقے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع حتیٰ کہ ہندو تک بھی قران مجید کو کتاب الٰہی ماننے پر مجبور ہو گیے مسلمانوں نے نعرہ تکبیر و نعرہ رسالت کی صدا لگائی اور پنڈت رام چندر بہت خفیف ہو کر کہنے لگا یہ مکان جلسے کے لیے مستعار لیا گیا ہے، وقت زیادہ ہوگیا ہے اب میں جلسہ ختم کرتا ہوں کل پر گفتگو ملتوی کرتا ہوں، جلسہ ختم ہوا مسلمان کامیابی کے ساتھ فتح و ظفر کی خوشی میں نعرے لگاتے ہوئے واپس ہوئے اور پنڈت جی راتوں رات بریلی سے روانہ ہو گیے صبح کو اسے تلاش کیا تو جواب ملا جلسہ رات ختم ہوگیا سب مہمان چلے گیے۔

یہ تو صرف ایک قوم آریہ کے بطلان مذہب کی ایک جھلک اس کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیگر مذاہب باطلہ و عقائد کفریہ کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس طرح باطل فرمایا کہ پیشوان مذاہب انگشت حیرت بدہاں رہ گیے چناچہ علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جن آیات قرآنیہ کو پیش کر کے منکرین علم غیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی پر سوالیہ نشان کھڑا کرتے ہیں ان شبہات کے جواب میں اور علم غیب کے اثبات میں آپ کا وہ طرز استدلال ہے جو ہر ذی شعور کو دعوت حیرت و استعجاب دیتا ہوا نظر آرہا یہاں پر بطور نمونہ صرف ایک مثال پیش کی جا رہی ہے ملاحظہ کریں۔

شبہ: قرآن شریف کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔

۱: قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ

کہہ دو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں.

۲: وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو خیر زیادہ کر لیتا۔ (مذکورہ دونوں آیات اس شبہ پر دال ہیں)

جواب: ان آیتوں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم نہ ہونے پر دلیل لانا خود قرآن سے جاہل ہونے کی دلیل ہے، یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں غیب جاننے کا مدعی نہیں تواضع ہے۔ جمل حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے.

فان قلت قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذلك وهو من اعظم معجزاته صلی اللہ علیہ وسلم فکیف الجمع بینه وبین قوله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قاله علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیه ویقدره لی ویحتمل ان یکون قال ذلك قبل ان یطلعه اللہ عز وجل علی علم الغیب.

اس عبارت کا حاصل مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بکثرت مغیبات کی خبریں دی اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور غیب کا علم حضور کے اعظم معجزات میں سے ہے پھر آیت "و کنت اعلم الغیب الخ کے کیا معنی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نے اپنی ذات جامع کمالات سے علم کی نفی تواضعا فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالی کے مطلع فرمانے اور اس کے مقدر کرنے سے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ کلام علم غیب عطا ہونے سے پہلے فرمایا ہو اور علم اس کے بعد عطا ہوا، غرض یہ کہ آیات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غیب نہ جاننے پر دلیل نہیں یا آیات مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ بالذات اور بالاستقلال غیب کا علم کسی کو نہیں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے تو بہ تعلیم الہی ہے۔ چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے "اي قل لا اعلم الغیب فیکون فیه دلاله علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمه الا الله" خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایت اس امر کی دلیل ہے کہ بالاستقلال کوئی غیب کا عالم نہیں سوائے خدائے تعالی کے علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: " وقوله لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفي علمه من غیر واسطه واما اطلاعه علیه باعلام الله تعالی فامر متحقق قال الله تعالی عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول.

یعنی آیت میں اس علم کی نفی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن بواسطہ تعلیم الہی کے، پس بے شک ہمارے حضرت کے لیے ثابت ہے جیسا کہ باری تعالی نے فرمایا "عالم الغیب فلا یظهر الآیة"، یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آیت شریفہ میں لفظ "لو کنت اعلم اور لاستکثرت اور ما مسني "سب صیغہ ماضی کے ہیں جو زمانہ گزشتہ پر

دلالت کرتے ہیں آیت شریفہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گزشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی نہ پہنچتی ، اگر جملہ عبارات مستورہ بالا سے قطع نظر کر کے حسب مدعائے مخالف یہ فرض کر لیا جائے کہ اس آیت شریفہ سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہمیں کچھ مضر نہیں اس لیے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے تو زمانہ گزشتہ میں حاصل ہونے کا انکار ہے کہ اگر پہلے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھے اس کا علم نہ ہوگا ، پس اگر آیت میں بیان ہے تو اس وقت کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع نہ دی گئی تھی نہ اس کے بعد کا جیسا کہ اوپر حاشیہ جمل کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے ۔(ایضاص ٥٨)

مذکورہ بالا عبارتیں اجمالی طور پر صرف قاری کی اندر دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ذکر کر دی گئی ہیں تفصیلی طور پر حضرت کا طرز استدلال ملاحظہ ہو حیات صدر الافاضل میں جہاں ایک سے ایک اچھوتے انداز میں آپ کو انداز ابطال باطل اور احقاق حق کی مثالیں ملیں گی جن کا مطالعہ یقینا کے علمی خزانے میں ایک بیش بہا اضافہ کرے گا اور مخالفین کو دندان شکن جواب دینے میں آپ کے لیے بہت حد تک معاون ثابت ہوگا۔

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی سیاسی بصیرت

محمد علاء الدین قادری سبحانی

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله" ۔(جامع ترمذی، ابوابِ تفسیر، باب سورۃ الحجر، ج:۲،ص:۱۴۰)

ترجمہ: مومن کی فراست سے بچو اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن محبوب بندوں کو یہ نعمتِ عظمیٰ عطا فرمائی ہے، وہ جذباتی دور میں بھی مومنانہ فراست سے درست سمت کا انتخاب کر لیتے ہیں اور راہِ حق پر گامزن ہوتے ہوئے ہزاروں گم گشتہ راہ افراد کے لیے سببِ ہدایت بن جاتے ہیں۔ انیسویں صدی ہجری کی ایک عظیم عبقری شخصیت حضور صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی ذات ایسے ہی صفات سے متصف ہے۔ جنھوں نے اپنی مومنانہ بصیرت و فراست سے بروقت معاملے کو پرکھا، درست سمت کا انتخاب فرمایا اور تاریک راہوں میں بھٹکنے والوں کو ہدایت کی روشنی فراہم کی۔

آپ کا دور اہل سنت و جماعت کے لیے انتہائی نازک اور سیاسی اعتبار سے ناگفتہ بہ تھا۔ شعائر اسلام کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی جا رہی تھی، مسلمانانِ ہند جوق در جوق مرتد ہو رہے تھے اور سب سے زیادہ صبر آزما بعض علماے اہل سنت کا دانستہ و نادانستہ طور پر دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا حصہ بننا تھا۔ ایسے پرفتن اور پرخطر دور میں آپ نے دشمنانِ اسلام کی سازشوں کو عین موقع پر بھانپ لیا اور حضور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضِ صحبت سے وابستہ رہتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا انتہائی گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا اور ان کے فریب اور دسیسہ کاریوں سے امت مسلمہ کو باخبر کیا اور بے شمار فریب خوردہ مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے نجات دلایا۔ آپ کے سیاسی بصیرت کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

تحریکِ خلافت:

تحریکِ خلافت کا آغاز ۱۹۱۹/ءمیں ہوا، اس تحریک کا مقصد سلطنت عثمانیہ اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت

تھا۔علمائے اہل سنت بالخصوص حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے خلفا حضرات جن میں حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ سرفہرست ہیں، ان مقدس ہستیوں کو اس تحریک سے قطعاً کوئی بھی اختلاف نہیں تھا بلکہ آپ حضرات نے اپنے جیب خاص سے بھرپور تعاون پیش کیا۔لیکن مورد الزام ٹھہرائے گئے اور انگریزوں کے تنخواہ خور کہے گئے اور یہ سب کرنے والے دراصل خود ہی انگریزوں کے تنخواہ خور تھے۔ہاں اگر اختلاف تھا،تو ان کے طریقۂ کار سے تھا اور کیوں نہ ہو آپ اور آپ کے خلفا بالخصوص حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ ہندوؤں کے مخفی عزائم سے خوب اچھی طرح باخبر تھے، اسی بنا پر ان سے شدید اختلاف کیا کیونکہ سیاست جدیدہ میں صرف مقاصد پر نظر ہوتی ہے، ذرائع کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔لیکن اگر اسلامی نقطۂ نظر سے سیاست کو دیکھا جائے تو اسلام میں مقاصد کے ساتھ ساتھ ذرائع پر بھی نظر ہوتی ہے۔

قارئین خود ہی غور کریں! سلطنت عثمانیہ اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کی خاطر چلائی گئی تحریک اور مسٹر گاندھی کی قیادت، یہ دونوں خود ہی متضاد باتیں ہیں۔اگر ہم قرانی نظریہ سے اس کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ-وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ-قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ-قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (پارہ/ ۴،سورہ/ ۳،آیت/ ۱۱۸)

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیَر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔(ترجمۂ کنزالایمان)

انھی اسباب کی بنیاد پر آپ (اعلیٰ حضرت) اور آپ کے خلفا بالخصوص حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو تحریک خلافت سے اختلاف تھا چوں کہ جذباتی طور پر مسلمانانِ ہند جوق در جوق تحریک میں شامل ہو رہے تھے اور مسٹر گاندھی کو اپنا حامی و ناصر سمجھ رہے تھے۔موقع غنیمت سمجھ کر دشمن نے چال چلنی شروع کی؛اس تحریک کے ساتھ دو اور تحریکوں کا ۱۹۲۰/ ء میں مسٹر گاندھی نے آغاز کیا۔

تحریکِ ترکِ موالات:

جب مسٹر گاندھی مسلمانوں کی تحریکِ خلافت کے ذریعہ حمایت اور اعتبار حاصل کر کے ان کا لائق اعتبار اور حامی و ناصر لیڈر بن گیا؛ تو اس نے اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے اس تحریک کو شروع کیا تحریک کے شروع ہوتے ہی مسلمانانِ ہند کثرت سے اس میں شامل ہونے لگے اس طرح ایک جذباتی تحریک کے ذریعہ دشمن اپنے مقاصد کے حصول یابی میں کامیاب نظر آرہا تھا۔ حالات کے اس تناظر میں حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے بے باکانہ اور مجاہدانہ طور پر تاریخی اور سیاسی حیثیت سے نہایت ہی اہم پیغام جاری کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"ہندو نادان نہیں؛ ان کی کوئی حرکت عبث و بے کار نہیں؛ وہ ہر کام کے لیے کوئی مقصد رکھتے ہیں، ان کا ہر عمل اسی کے محور پر گردش کرتا ہے۔ جب تم نے انھیں پیشوا بنایا، تو وہ اپنے مقصد کو مقدم رکھیں گے"۔ (السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸/ھ، ص: ۱۷؛ بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص: ۲۲۰۔)

مزید آگے چل کر یوں رقم طراز ہیں: "میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ترک تعاون کا خیال مسٹر گاندھی کے دماغ میں مدت دراز سے مرکوز ہے، ان کے کارنامۂ زندگی سے اس کے دلائل ملیں گے، لیکن وہ اپنے اس مقصد میں اپنی خواہش کے موافق کامیابی سے محروم رہے ہیں"۔ (السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸/ھ، ص: ۱۹؛ بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص: ۲۲۱۔)

دشمن کے مزید چال بازیوں کی پردہ دری کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ایک طرف تو مسٹر گاندھی مسلمانوں سے یہ خطاب کرتے ہیں کہ تمھارے مطالبات بالکل بجا ہیں اور تم حق بجانب ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دوسری طرف مسٹر گاندھی لب و لہجہ بدل کر یہ فرمادیتے ہیں کہ دیکھو خبردار! قانون کی حدود سے باہر قدم نہ رکھنا امن عامہ میں خلل اندازی کرنے سے باز رہنا ورنہ میں تمھارے ساتھ نہیں، جس سے گورنمنٹ کو مسلمانوں کی شوریدہ سری اور قانون شکنی اور امن عامہ میں فساد انگیزی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو امن عامہ اور قانون کا حامی ظاہر کرتے ہیں۔ (السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸/ھ، ص: ۲۰؛ بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص: ۲۲۱۔)

قارئین حضرات ذرا غور کریں! مسٹر گاندھی کس طرح مسلمانوں سے ایک طرف ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کر رہے

ہیں "میں تمہارے ساتھ ہوں"، "تم حق بجانب ہو"، "تمہارے مطالبات بالکل بجا ہیں" اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں دیکھو خبردار! قانون کی حدود سے باز رہنا ورنہ میں تمہارے ساتھ نہیں جبکہ مسٹر گاندھی کو یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ مسلمان فطرتاً جذباتی ہوتے ہیں اور جذباتی تحریکوں میں ان کا قانون کی حد بندی کا خیال رکھنا انتہائی مشکل ہے اگر یہ ایسا کچھ کرتے ہیں جو قانوناً جرم ہے تو ہم ان سے صاف صاف کہہ دیں گے کہ کیا ہم نے نہیں کہا تھا کہ قانون کی حدود سے باز رہنا" ورنہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں"۔ اسے کہتے ہیں "سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ جیسا فریب شناس کیسے ان کی فریب کاریوں کو سمجھتے ہوئے ان کا ساتھ دیتا اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا۔ آپ نے اس تحریک کی بھرپور مذمت کی اور پرزور اختلاف کیا، تحریک ترک موالات کے مضر اثرات ونقصانات قلم بند کیا اور کفار ومشرکین کے ساتھ میل جول موالات وتعلقات کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان تحریکات سے دور رہنے کا سختی کے ساتھ حکم دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے "ترک الموالات عن جمیع الکفرۃ واھل الضلالات" نامی کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:۔

کفار کے ساتھ دوستی وموالات کی چند صورتیں ہیں۔ کافر میں دو حیثیتیں ہیں۔ (۱) مذہبی (۲) شخصی۔ مذہبی حیثیت سے کفار کے ساتھ محبت ووداد، ربط واتحاد، دوستی ویکدلی تو مومن سے ممکن ہی نہیں۔ بالفرض کسی شخص کو کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت یا ادنیٰ میل ورغبت ہو یعنی اس وجہ سے کہ یہ اس کے دین کو محبوب رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے تو وہ مومن نہیں۔"

قرآن وتفسیر سے آیات وعبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر سے اس کے دین کی وجہ سے دوستی کرنا، یا اس کے دین کو پسند کرنا، یا اس کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔ اور کسی مومن سے بحالت ایمان ممکن نہیں کہ ایسی دوستی کر سکے۔ اور اگر بالفرض کسی نے ایسا کیا تو وہ مومن نہ رہا۔

(۲) حیثیت شخصی وذاتی ہے۔ یعنی کافر کے ساتھ اس کے دین وملت کی وجہ سے تو دوستی نہیں ہے مگر اس کی ذات کے ساتھ انس ومحبت ہے، یہ محبت بھی اگر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ کافر دوست کے دین اور شعار دین کی نفرت قلب سے نکل جائے، یا کم ہوجائے، یا وہ دین اسلام کی مخالفت اور اس کے ساتھ استہزا کرے اور یہ اپنی محبت کی وجہ سے

اس پر راضی رہے، یا صبر کرے تو یہ محبت بھی منافی ایمان ہے۔ اور آیت مذکورہ بالا کے عموم میں داخل ہے۔"(سوانح صدرالافاضل، ج:۲،ص:۲۷)

تحریک ہندو مسلم اتحاد:

تحریکِ ہندو مسلم اتحاد کا نقطۂ آغاز مسٹر گاندھی کا تحریکِ خلافت کی حمایت سے ہی ہو چکا تھا؛ اس حمایت کو اس قدر پذیرائی حاصل ہوئی، جس کا وہم و گمان بھی نہ تھا لیکن علماے اہل سنت نے اس اتحاد سے مجموعی طور پر اختلاف کیا، اس کی وجوہات مذہبی اور سیاسی دونوں تھی، وہ اس اتحاد کو فی نفسہ ناممکن سمجھتے تھے۔

اس اتحاد پر حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے جن تاثرات کا اظہار فرمایا ہے؛ وہ بصیرت افروز اور حقیقت پسندانہ ہیں۔آپ یوں فرماتے ہیں:

’’مسلمانوں نے ان مساعی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے لئے ضروری سمجھا کہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور اپنا ہم آواز بنائیں تاکہ ان کی صدا میں زور آئے اور سلطنت ان کی درخواست کان لگا کر سنے، مذہب کا فتویٰ اس کو ممنوع اور ناجائز نہیں قرار دیتا اور اس قدر جدو جہد جواز میں رہتی لیکن صورتِ حال کچھ اور ہے؛ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان" آمین" کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موفقت کر رہے ہیں، پہلے مسٹر گاندھی کا حکم ہوتا ہے، اس کے پیچھے مولوی عبد الباری کا فتویٰ مقلد کی طرح سر نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے۔ پہلے تو ہندوؤں نے سود کے پھندوں میں مسلمانوں کی دولتیں اور جاگیریں لے لیں، اب وہ مفلس ہو گئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بے دخل کرنا شروع کر دیا‘‘۔(السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ،ص:۱۵،۱۶؛ بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم،ص:۲۲۵،۲۲۶۔)

سلطنت اسلامیہ کی اعانت اور مقامات مقدسہ کی حمایت و حفاظت کے لئے مسلمان ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں لیکن اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھیں، اپنے آپ کو ہندوؤں کے ہاتھوں میں نہ دے ڈالیں، اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں، اپنے عقل و حواس کو معطل نہ کریں، اپنے ہوش و خرد کو کام میں لائیں، نہایت فرزانگی کے ساتھ اپنے نیک و بد، اپنے انجام و مآل پر نظر ڈالیں۔

ایسی بے رائی کہ ہر بات میں گاندھی پر نظر ہے، کچھ کام نہیں آسکتی۔فرض کرو آج گاندھی تمہارے موافق

ہیں اور تم ہر مشورے میں ان کی رائے کے محتاج ہو،کل اگر گاندھی کا رنگ بدل جائے،تم کیا کر دو گے؟

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم میں کوئی ایک بھی مدبر نہیں،اگر ایسا ہے تو خاموش رہنا چاہیے۔(السواد الاعظم،شوال المکرم ۱۳۳۸/ھ،ص:۲۱،بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم،ص:۲۲۶۔)

مسلمانوں کی اس بے راہ روی اور ناقبت اندیشی نے جو گل کھلائے اس کا نقشہ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:"کہیں ہندوؤں کی خاطر سے قربانی اور گائے کے ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں،ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں،اسلامی شعائر کو مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہے،کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار نمایاں کیا جاتا ہے،کہیں بتوں پر پھولوں اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے۔معاذ اللہ! کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں،مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جاسکتا۔مولانا سلیمان اشرف صاحب نے خوب فرمایا:کہ لعنت اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے،ترکی کی سلطنت کی بقا کے لئے مسلمان کفر کرنے لگیں،شعائر اسلام کو مٹادیں۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ:اسلام ہی کے صدقہ میں اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے ورنہ ہم سے اور ترکوں سے واسطہ؟مطلب جو کوشش کی جائے اپنا دین محفوظ رکھ کر کی جائے۔(السواد الاعظم،شوال المکرم ۱۳۳۸/ھ،ص:۱۶،۱۷،بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم،ص:۲۲۶،۲۲۷۔)

مزید برآں جب آپ سے ہندو مسلم اتحاد وغیرہ تحریکات کے حوالے سے محمد مشتاق حسین فاروقی مرادآبادی کی طرف سے ۸/صفحات پر مشتمل استفتا کیا گیا،تو آپ نے اس کے جواب میں ۱۵/صفحات پر مشتمل ایک مفصل و مدلل فتوی تحریر فرمایا۔جس پر ۷/صفحات میں علمائے کرام کی تصدیقات و تائیدات ثبت ہیں،آپ کا یہ فتوی بنام'مسلمان اور کانگریس،اتحاد مسلم پر شریعت اسلام کا حکم مبین'شائع ہوا۔

تحریک شدھی:

یہ تحریک پنڈت سوامی شردھانند کی ناپاک نتیجہ فکر میں باضابطہ ۱۹۲۳/ءمیں معرض وجود میں آئی۔اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو مذہب اسلام سے منحرف کر کے ہندو مذہب میں شامل کرنا تھا۔بدقسمتی سے دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک ہندوستان کے طول وعرض میں آگ کی طرح پھیل گئی اور ہزاروں مسلمان اس کے دام تزویر میں

پھنس گئے اور ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مسلمانوں کو اس طور پر ہندو مذہب کا حصہ بنانے کی کوشش کرتے کہ" پہلے یہ ہندو ہی تھے، اب ہم انھیں پاک و پوتر کریں گے۔ ایسے نازک وقت میں علماے اہل سنت نے قوم مسلم کی صحیح رہنمائی فرمائی، انھیں اسلام کی حقانیت سمجھائی، دولت ایمان کی اہمیت بتائی، کفر و شرک کی تباہی سے آگاہ کیا۔ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اس بدنام زمانہ تحریک کے سد باب میں کلیدی کردار ادا کیا، مکمل تندہی کے ساتھ اس تحریک کی بیخ کنی میں مصروف عمل رہے۔

تحریکِ شدھی کے خلاف آپ کا خطاب:

۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۴۱/ھ مطابق ۲۶/ جنوری ۱۹۲۳/ء بروز جمعہ بریلی شریف میں جماعت رضاے مصطفی کے زیر اہتمام علماے کرام اور مشائخ عظام کی ایک ہنگامی مجلس پر منعقد ہوئی، جس میں علماے مفکرین و مدبرین نے مل کر کے شدھی کے سد باب اور مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کے لیے لائحہ عمل تیار کیا۔ علاوہ ازیں عوامی سطح پر بھی ایک جلسہ مذکورہ بالا تاریخ میں مغرب کی نماز سے رات دس بجے تک بی بی جی صاحبہ مسجد میں منعقد کیا گیا، جس میں اہل سنت کے مشاہیر علماے کرام کے خطابات ہوئے۔ آپ نے بھی مسلمانوں سے ایک ایسا بہترین، روح پرور اور رقت آمیز خطاب فرمایا جسے سن کر مسلمانوں کی آنکھیں اشک بار اور قلوب جذبہ ایمانی سے سرشار ہو گئے (سوانح صدر الافاضل ج:۲،ص:۹۰۔)

علاقۂ ارتداد میں آپ کی روانگی:

۹/ جمادی الآخرہ ۱۳۴۱/ھ مطابق ۲۷/ جنوری ۱۹۲۳/ء بروز ہفتہ بوقت صبح جماعت رضاے مصطفی کے زیر اہتمام بریلی سے روانہ ہونے والے ۱۰/ علماے مشاہیر پر مشتمل پہلے وفد میں آپ نے بھی شرکت فرمائی۔ آپ نے ۲۷/ جنوری سے ۳۰/ جنوری تک میرٹھ اور مضافات میرٹھ کے متاثرہ علاقوں میں تبلیغی دورے فرمائے۔ (سوانح صدر الافاضل ج:۲،ص:۹۱۔)

آپ اپنی زندگی کے آخری ایام تک ان باطل تحریکات کے خلاف نبرد آزما رہے، اور ان کا استیصال کر کے ہی دم لیا۔ آپ نے بے شمار تبلیغی دورہ کیا، اسلام کی حقانیت سے لوگوں کو روشناس کرایا، جس وقت بہت سے علما دشمن کے ارادے سے غافل رہتے ہوئے ان کے دامن فریب میں آگئے تھے، اس وقت آپ نے اپنی خداداد

صلاحیتوں سے دشمن کے ارادوں کو بھانپ لیا اور اس انتہائی نازک مرحلے میں مسلمانوں کی درست رہنمائی فرمائی۔ یہ آپ کے سیاسی بص،یرت کے چند نمونے تھے۔حق تو یہ ہے کہ اگر آج ہمارے پاس اسلام اپنے صحیح شکل میں موجود ہے،تو یہ انھیں بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

دعا گو ہوں کہ مولی تعالی ہمارے اس قائد کی تربت پر انوار و تجلیات کی بارش فرمائے،آمین۔

بیت المقدس کی مذہبی وتاریخی اہمیت

محمد صالح رضا منظری

جامعہ رضویہ منظر اسلام،بریلی شریف

تاریخ اسلام میں مسجد اقصی اور قبلۂ اول کو جو مقام مرتبہ اور عظمت واہمیت حاصل ہے وہ کسی بھی باشعور مسلمان پر مخفی نہیں۔مسجد اقصی کا ذکر قرآن کریم کے پندرہویں پارے میں موجود ہے۔معراج کے موقع پر ہمارے آقا ﷺ نے اسی مقدس جگہ تمام انبیاء ومرسلین کی امامت فرمائی تھی۔یہ مقدس سرزمین بے شمار انبیاء و مرسلین اور اللہ تبارک وتعالی کے صالح بندوں کا مدفن بھی ہے اور ان کی قیام گاہ بھی۔اسی سرزمین کو مسلمانوں کا قبلہ اول بننے کا شرف بھی حاصل ہے۔ہجرت کے بعد جب آقا کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو تقریباً سولہ مہینے کچھ دن آپ نے اسی جانب رخ کر کے نماز ادا فرمائی۔بیت المقدس اور مسجد اقصی کی اسی اسلامی عظمت واہمیت کے پیش نظر ہر مسلمان اس کا دل وجان سے احترام کرتا ہے اور اس کے تحفظ کے لئے اپنے جان ومال اور عزت و آبرو سب کچھ نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں جب بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تب سے آج تک اس کے تحفظ کے لیے نہ جانے کتنی جنگیں ہوئیں اور نہ جانے کتنے مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ اس راہ میں پیش کیا۔مسلمانوں اور اسلام کی تاریخ میں اس کی اسی دینی حیثیت کے پیش نظر اسلام دشمن طاقتوں نے ہر زمانے میں اس کے تقدس کو پامال کرنے کی ناپاک کوششیں کیں۔جسے کبھی سلطان صلاح الدین ایوبی نے تو کبھی عثمانی سلاطین نے اپنی عسکری طاقت اور ایمانی حمیت کے ذریعے کامیابی کے ساتھ ناکام کیا۔مسجد اقصی کی اس وقت جو خوبصورت عمارت مسلمانوں کے دل وجان میں بسی ہوئی ہے اس کی تعمیر سلطان عثمانیہ ہی نے کرائی۔

بیت المقدس کی تاریخی حیثیت:

بیت المقدس ہی ایک وہ شہر ہے جو دنیا کے تین مذہب اسلام،عیسائیت اور یہودیت کا مرکز عقیدت ہے۔تینوں مذہبوں کی عقیدتیں اس سے وابستہ ہیں،اسلامی،مسیحی اور اسرائیلی تاریخی آثار یہاں پر موجود ہیں۔

عیسائیوں کا نظریہ:

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اسی شہر میں حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھایا گیا۔ جس سولی پر چڑھایا گیا وہ یہیں مدفون ہے۔ حضرت عیسیٰ بھی یہیں پر دفنائے گیے۔ اسلام اور قرآن نے اس عقیدے کی زبردست مخالفت کی اور قرآن نے بتایا کہ نہ حضرت عیسی کو سولی دی گئی اور نہ ہی انہیں قتل کیا گیا البتہ انہیں زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔

یہودیوں کا نظریہ:

یہودیوں کے عقیدے کے مطابق ہیکل سلیمانی اسی شہر میں ہے۔ تابوت سکینہ کی یہی حفاظت گاہ ہے۔ حضرت موسیٰ کی یادوں کا یہی مرکز ہے۔ دیوار گریہ یہیں پر ہے۔ صیہون چٹان اسی جگہ ہے۔ بنو اسرائیل کے بہت سے نبیوں کی یہ آرام گاہ ہے۔

اسلامی نظریہ:

اسلامی عقیدے کے اعتبار سے مسلمانوں کا یہ قبلہ اول ہے۔ ہمارے آقا ﷺ نے سفر معراج میں اسی شہر کو اپنی پہلی منزل بنایا۔ انبیاء کی امامت فرمائی۔ آسمانوں کے سفر کی ابتداء اسی مقدس شہر سے ہوئی۔ بہت سے صحابہ کرام، اولیائے عظام اور شخصیات اسلام کے یہاں پر مزارات ہیں۔ قبۃ الصخرہ یہی ہے۔ مسجد اقصیٰ اسی جگہ ہے۔ بہت سے اسلامی آثار یہاں پر موجود ہیں۔

دنیا کا سب سے حساس خطہ:

چونکہ اس مقدس شہر پر ان تینوں ہی مذہبوں کا دینی و مذہبی دعویٰ ہے جس کی وجہ سے عالمی سطح پر بیت المقدس تاریخ عالم کا ایک نہایت ہی حساس شہر ہے۔ دنیا کا یہی وہ شہر ہے کہ جو اب تک کئی بار تباہ و برباد ہوا اور کئی بار آباد و خوشحال۔ یہی وہ شہر ہے کہ جہاں سب سے زیادہ خونریزی ہوئی۔

بیت المقدس کی بنیاد:

اس شہر کو سب سے پہلے کس نے قائم کیا کس نے آباد کیا اور کس نے اس کی بنیاد رکھی؟ اس سلسلہ میں بھی بے شمار اختلافات ہیں۔ عرب مؤرخین کے مطابق صدیوں پہلے اس شہر کی بنیاد یبوسی عرب بادشاہ" صادق ملیک" نے

رکھی تھی۔ یہ شہر دو سرو پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ اس کی تاریخ ۳۳ / صدیوں پرانی ہے۔ حدیث شریف کے مفہوم کے اعتبار سے بیت المقدس کعبہ معظمہ کے چالیس سال بعد وجود میں آیا۔ یہاں ۲۵۰۰ / قبل مسیح میں سب سے پہلے آل سام آئے۔ آل سام کے یہ قبائل جزیرۂ عرب سے ہجرت کر کے یہاں پہنچے تھے۔ جنہیں 'کنعی' یا 'فونیقی' کہا جاتا تھا۔ انہیں قبائل کی ایک شاخ 'یبوسیوں' کے نام سے مشہور تھی۔

بیت المقدس کے مختلف ادوار:

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اپنے شہر بابل سے ہجرت کر کے اسی علاقے میں پہنچے اس وقت یہاں شالیم بادشاہ کی حکومت تھی۔ آپ نے جبرون نامی جگہ پر قیام فرمایا جسے بعد میں الخلیل کے نام سے جانا جانے لگا۔ ابن کثیر کی روایت کے مطابق جب دمشق کے بادشاہوں نے حضرت لوط علیہ السلام جو وادی اُردن میں مقیم تھے گستاخی کی تو حضرت ابراہیم نے اپنے آدمیوں کے ساتھ دمشق والوں کے ساتھ جنگ کر کے لڑے انہیں شکست فاش دی۔ اس فتح کے بعد حضرت ابراہیم جب واپس لوٹے تو بیت المقدس کے بادشاہ نے آپ کا زبردست استقبال کیا۔ یہ بادشاہ یبوسی تھا۔ قدیم عربی مؤرخین کے مطابق حضرت ابراہیم اسی وادی سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو وادی فاران میں چھوڑ گیے تھے۔ حضرت ابراہیم کا جب وصال ہوا تو آپ کو اسی وادی کے شہر جبرون میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات کے ۴۰ / سال بعد آپ کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس کے ایک خطے بیت ایل پر ایک مذبح تعمیر کیا۔ کئی صدیوں کے بعد حضرت سلیمان نے اسی مذبح کے کھنڈرات پر ہیکل سلیمانی کی عظیم الشان عمارت تعمیر کی۔ حضرت یعقوب کے زمانے میں اس کا نام ملک کنعان تھا۔ حضرت یوسف جب مصر کے بادشاہ بنے تو حضرت یعقوب اپنی تمام آل و اولاد کے ساتھ مصر منتقل ہو گیے۔

بیت المقدس پر اسرائیلی تسلط:

چونکہ حضرت یعقوب کا ایک نام اسرائیل بھی تھا۔ اس لیے آپ کی آل کو بنی اسرائیل کہا جانے لگا۔ پھر انہیں میں ۴۰۰ / سال کے بعد حضرت موسیٰ تشریف لائے۔ اس وقت یہاں فرعون کی حکومت تھی۔ فرعون کے ظلم و ستم سے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ کے حکم سے بچایا اور دریائے نیل پار کر کے یہ لوگ مصر کو خیرآباد کہ کر وادی سینا میں اقامت گزیں ہو گیے۔ یہ اسرائیلی حضرت موسیٰ کے گستاخ اور حد درجہ کے احسان فراموش تھے۔

حضرت موسیٰ جب توریت لینے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ توبہ کے بعد بنو اسرائیل کو بیت المقدس میں داخل ہونے کا حکم ملا مگر یہ لوگ سخت گستاخ واقع ہوئے تھے اس وجہ سے فرمان الٰہی اور حکم موسوی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے گیے "اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قعدون" یعنی تو اور تیرا رب جانے ان سے لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس پر انہیں یہ سزا دی کہ جب تک موجودہ نسل کے بچے بالغ نہیں ہو گئے یہ لوگ وادیٔ تیہ میں بھٹکتے رہے۔ وادیٔ تیہ میں بھٹکنے والی ذلت و رسوائی کا ان کا یہ زمانہ چالیس سال پر محیط ہے۔ ذلت و رسوائی کے ایام گزار کر یہ لوگ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور یہیں پر اقامت گزیں ہو گیے۔ اس وقت یہاں عموری بادشاہت قائم تھی۔ بنو اسرائیل نے انہیں شکست دے کر بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ بنو اسرائیل نے کامیابی کے بعد جبرون کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ اور ان کے بادشاہ یشوع بالنون تھے۔ حضرت ابراہیم کے انتقال کے پانچ سو سال بعد یہ لوگ سرزمین فلسطین میں آئے تھے۔ اس کے بعد اسرائیلی طاقت کے نشے میں راہ ہدایت سے بھٹک گیے۔ احکام الٰہیہ کو انہوں نے پس پشت ڈالنا شروع کر دیا تو اللہ ربّ العزت کی طرف سے ان پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی۔ پھر سے انہیں یبوسیوں نے یہاں سے مار بھگایا۔ اسی طرح بیت المقدس ان کے لیے پھر سے اجنبی شہر بن گیا۔ جب اللہ رب العزت نے ان میں حضرت سموئیل کو مبعوث فرمایا تو بنو اسرائیل کی عظمت رفتہ پھر سے لوٹ آئی۔ آپ نے بنو اسرائیل کی منشاء کے مطابق حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر فرمایا۔ اسی دور میں مشرکین سے حضرت طالوت کی ایک بہت بڑی جنگ ہوئی جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ تابوت سکینہ کی برکتوں اور حضرت داؤد علیہ السلام کی جنگی خوبیوں کی وجہ سے بنو اسرائیل یہ جنگ جیت گیے۔ مشرکین کا سالار اعلیٰ جالوت حضرت داؤد کے ہاتھوں مارا گیا۔ حضرت سموئیل نے سارے اسرائیلیوں کو متحد کیا۔ حضرت طالوت کے سر پر تاج سلطنت سجایا گیا اور ان کے انتقال کے بعد بنو اسرائیل نے بالاتفاق حضرت داؤ کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس وقت بیت المقدس پر یبوسی قابض تھے اور بنو اسرائیل کا دارالحکومت جبرون تھا۔ حضرت داؤد نے متحدہ طور پر جنوب سے بیت المقدس پر حملہ کیا اور پھر یبوسیوں کو شہر بدر کر دیا۔ پورے فلسطین پر آپ کی حکومت قائم ہوگئی۔ اس طرح پورا بیت المقدس بنو اسرائیل کے قبضے میں آگیا۔

تابوت سکینہ :

حضرت موسیٰ جب مصر سے یہاں تشریف لائے تھے تو اپنے ساتھ حضرت یوسف کا جسم مبارک، آپ کے کچھ کپڑے اور دیگر یادگاریں ایک صندوق میں بند کر کے لائے تھے جسے تابوت سکینہ کہا جاتا ہے۔ حضرت داؤد کو یہ فکر تھی کہ یہ تابوت سکینہ پھر سے کوئی نہ لے جائے اس وجہ سے اس کو محفوظ کرنے کے لیے وہ ایک مضبوط عمارت بنانا چاہتے تھے مگر اللہ کی طرف سے انہیں یہ بتایا گیا کہ یہ کام ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسمت میں رکھا گیا ہے۔

ہیکل سلیمانی کی تعمیر:

حضرت داؤد اس مقدس عمارت کے لیے سارا سامان جمع کرتے رہے آخری دنوں میں اس مقدس گھر کا ایک تفصیلی نقشہ بھی انہوں نے حضرت سلیمان کے ذہن نشیں کرا دیا۔

۱۰۱۵ء قبل مسیح میں ان کا انتقال ہوا تو حضرت سلیمان نے اپنے والد بزرگوار کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے تابوت سکینہ کی حفاظت گاہ کے طور پر ایک عظیم عمارت کی تعمیر کا کام شروع کرا دیا جو بے انتہاء دولت خرچ کرنے اور دولاکھ آدمیوں کے مسلسل کام کرنے کے بعد ۷/ سال میں بن کر تیار ہوا۔ جسے ہیکل سلیمانی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی ۹۰/ فٹ چوڑائی ۳۰/ فٹ اور اونچائی ۵۰/ فٹ تھی۔ اسی عمارت میں ایک مقدس ترین جگہ منتخب کر کے تابوت سکینہ کو رکھا گیا۔ یہ ہیکل سلیمانی 'کوہِ موریہ' پر 'قبۃ الصخرۃ' سے مغرب میں کچھ دور واقع تھا۔ یہودیوں کی بے راہ روی اور سرکشی سے پریشان ہو کر جب 'بخت نصر' بادشاہِ بابل نے بیت المقدس کو تباہ و برباد کر دیا، تو اس وقت تابوت سکینہ ایسا غائب ہوا کہ آج تک اس کا سراغ نہ مل سکا۔ ۹۷۵ قبل مسیح میں حضرت سلیمان کا وصال ہوا اور یہ سلطنت ۲/ حصوں میں بٹ گئی۔ جنوبی سلطنت 'یہوواہ' بنی جس میں جنوبی فلسطین اور روم شامل تھا۔ اس کا پایہ تخت 'یروشلم' بنا اور شمالی سلطنت اسرائیل جو شمالی فلسطین اور شرق اردن پر مشتمل تھا اس کا دار الحکومت 'سامرہ' جو موجودہ نابلس ہے وہ قرار پایا۔ جنوبی حکومت کا حکمراں رجعام بن سلیمان اور شمالی کا یربعام تھا۔ حضرت سلیمان کی وفات کے بعد ہی سے بنو اسرائیل دو حصوں میں بٹ گیے اور صدیوں تک آپس میں دست و گریباں رہے اس کے ساتھ ہی وہ بے شمار جرائم میں ملوث ہو گیے۔ ان کی اخلاقی حالتیں بدل گئیں عیاری و فحاشی اور حرام

کاری ان میں عام ہوگئی۔ بتوں کی بھی پرستش کرنے لگے۔ توریت میں اپنی منشاء کے مطابق ردو بدل کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ذلت ورسوائی کے غار میں ڈھکیل دیا۔ چنانچہ ۸۹۹ قبل مسیح میں فلسطینیوں اور عربوں کی متحدہ طاقت نے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ ہیکل سلیمان کو لوٹا ان کے نوجوانوں کو قتل کیا اور بچوں کو قیدی بنا کر کے اپنے ساتھ لے گیے۔ اس حملہ کے بعد بیت المقدس پھر یہودیوں کے قبضے سے نکل گیا۔ مگر کچھ سالوں کے بعد یہ لوگ پھر بیت المقدس پر قابض ہوگیے۔ ۷۴۰/ قبل مسیح میں حزقیاہ نامی اسرائیلی بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا جس نے چالیس سال تک حکومت کی۔ اس نے اپنی قوم کو بت پرستی سے نجات دلائی اور ھیکل سلیمانی کی عظمت کو بحال کیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا منسّی تخت سلطنت پر بیٹھا ۵۵ / سال اس کی حکومت رہی۔ اس کے دور میں بنو اسرائیل پھر توحید سے بھٹک گیے۔ بت پرستی میں ملوث ہوگیے۔ چنانچہ ۶۶۷/ قبل مسیح کے لگ بھگ شاہ اسور کے سپہ سالاروں نے اس پر حملہ کیا۔ یہودی ان کا مقابلہ نہ کرسکے۔ منسّی کو وہ زنجیروں میں قید کر کے اپنے ساتھ لے گیے۔ چند سال بعد اس بادشاہ کو جب آزادی ملی تو اس نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا۔ اس کے بعد اس کا ۲۲ / رسالہ بیٹا رمون بادشاہ بنا پھر اس کا بیٹا بادشاہ ہوا۔ جس کا نام یوسیاہ تھا۔ یہ بھی شاہ مصر سے مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا۔ پھر اس کا بیٹا یہو بادشاہ بنا۔ پھر اس کا بھائی یہویقیم سلطنت یہوواہ کا بادشاہ بنا۔

بیت المقدس پر بخت نصر کا حملہ:

اسی کے دور ۵۹۸ قبل مسیح میں شہنشاہ بابل بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور یہو قیم کو گرفتار کر کے بابل لے گیا اور اس کے بیٹے یہویاتین کو اپنے باجگزار کے طور پر شاہ یروشلم مقرر کر گیا۔ اس نے بھی اپنے مذہبی رہنماؤں اور مصری بادشاہوں کے کہنے پر شہنشاہ بابل بخت نصر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ بخت نصر آپے سے باہر ہوگیا اور اس نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا ارادہ کر کے حملہ کر دیا۔ بادشاہ کو قتل کیا۔ بے شمار لوگوں کو جان سے مار دیا۔ بے شمار یہودیوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ہیکل سلیمانی کو برباد کر دیا گیا۔ بیت المقدس کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ توریت کے سارے صحیفے آگ میں جلوا دیئے تقریباً ایک لاکھ یہودیوں کو قیدی بنا کر یہ اپنے ساتھ لے گیا اور اپنی سلطنت کے سرحدی علاقوں میں انہیں نکل جانے کو کہا۔ ان یہودی غلاموں نے دریائے فرات کے کنارے تل ابیب نام سے اپنی بستی قائم کی۔ چونکہ بخت نصر کے اس حملہ

میں ہیکل سلیمانی کا نام ونشان مٹ گیا تھا، تابوت سکینہ غائب ہوگیا تھا۔ توریت کے سارے نسخے جل چکے تھے۔ یہ ایسی تباہی تھی جوان یہودیوں کو اپنی ذلت ورسوائی کا احساس کراتی رہتی اس وجہ سے اس تباہی کو یاد کر کے اس دن یہ لوگ بیت المقدس کے کھنڈرات پر جا کر رویا کرتے۔ اپنے سر اور منہ پر خاک ڈالتے چنانچہ ان کا یہ طریقہ آج بھی رائج ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ آج اس مخصوص دن کی یاد میں جس جگہ یہ روتے ہیں اسے دیوار گریہ کا نام دیتے ہیں اور مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار پر دیوار گریہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ یہ تباہی ۵۸۸ قبل مسیح میں ہوئی۔ ۵۰/ سال تک بیت المقدس اسی طرح ویران حالت میں رہا۔ اس کے بعد حضرت دانیال اور حضرت عزیر مبعوث ہوئے۔ انہوں نے یہودیوں کی رہنمائی کی۔ ان کی مذہبی حالت کو سدھارنے کی ہر چند کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی بنی اسرائیل بیت المقدس کی آبادکاری کے کام میں لگ گیے ان کی شدید خواہش تھی کہ بیت المقدس پھر سے آباد ہو جائے۔

فلسطینیوں کی جدو جہد:

آج بھی فلسطینی اپنے حق کے لیے جدو جہد کر رہے ہیں، لڑائی لڑ رہے ہیں اور خون کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ اپنے ہی ملک میں اپنے وجود کی جنگ لڑ رہے ہیں، آزاد فضا میں سانس لینے کی کوشش کر رہے ہیں، اپنی سرزمین کو غاصبانہ حکومت کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے کے لیے مسلسل برسرِ پیکار ہیں اور اس سلسلہ میں وہ اب تک نہ جانے کتنے نوجوانوں، بچوں، بوڑھوں، عورتوں، اور بیماروں کی جانوں کو نچھاور کر چکے ہیں۔ اسرائیل ہے کہ بے دریغ ان مظلوم فلسطینیوں کے خون سے ہولی بھی کھیل رہا ہے، ان کی عزت وآبرو کو تار تار بھی کر رہا ہے اور انہیں معاشی طور پر مجبور ولا چار بھی کر رہا ہے۔ نہ جانے کب تک آزادی کی دہلیز پر ان بیچارے فلسطینیوں کو اپنے کمسن بچوں عورتوں اور نوجوانوں کو قربان کرنا پڑے گا۔

عرب اور اسلامی حکمرانوں کی بے غیرتی:

فلسطینی بچے قربان ہو رہے ہیں۔ مگر عرب حکمرانوں کی رگ حمیت نہیں پھڑکتی، فلسطینی مسلم خواتین کی عزت وآبرو تار تار ہو رہی ہے لیکن سعودی سربراہوں اور شیوخ کی غیرت پر کوئی اثر نہیں پڑتا فلسطینی نوجوان روزانہ خاک وخون میں تڑپ رہے ہیں مگر اسلامی ممالک کے سربراہوں کی عیش پرستی میں کوئی خلل نہیں پڑتا، اپنے حقوق کی

بازیافت کے لیے ان کا سب کچھ برباد ہو رہا ہے مگر عالمی قیادت کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں پڑتی، بنیادی حقوق سے ان فلسطینیوں کو محروم کر دیا گیا ہے مگر انسانیت کا پوری دنیا کو درس دینے والی عالمی طاقتوں کے کان پر کوئی جو نہیں رینگتی۔ فلسطینی مر رہے ہیں ان کی سیاست پر کوئی حرف گیری نہیں، اسرائیل سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں، فلسطینیوں کے حقوق کے لیے ان کی تائید میں بولنے والا کوئی نہیں۔ جن کی سرزمین آج وہی اس سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہر آنے والا نیا دن فلسطینیوں کے لیے بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا کے چند ممالک جو کل تک فلسطینیوں کے ہمدرد مانے جاتے تھے وہ بھی اب اسرائیل کی طرف پیار و محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ کل تک جو سیکولر ملک فلسطینیوں کے حقوق کی بازیافت کے لیے آواز بلند کرتے تھے آج وہیں اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں کل تک جن ممالک کی پہچان فلسطین کے دوستوں کی حیثیت سے تھی آج وہی ممالک ظالم و جابر اسرائیل کے آستانہ ظلم و تم پر مسکت اور فرشی سلام کرتے نظر آ رہے ہیں۔

عصر حاضر میں امت مسلمہ اور فتنہ ارتداد

ام نور رضویہ

ارتداد کیا ہے؟

ارتداد کا لغوی معنی ہے، "التراجع "یعنی لوٹنا، پلٹنا، واپس ہونا، پھرنا وغیرہ۔لہذا ارتداد عن الدین کے معنی ہوئے التخلیی، الرجوع عنہ۔بے دین ہونا، دین سے پھرنا، دین سے پلٹنا۔

مرتد کی اصطلاحی تعریف:

مرتد وہ شخص ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریات دین سے ہو یعنی زبان سے ایسا صریح کلمہ کفر بکے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو، یوں ہی بعض افعال بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے کافر ہو جاتا ہے۔مثلا بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔(درمختار، ج:٦، ص:٣٤٤، کتاب الجھاد، باب المرتد)

یعنی اسلام کا کلمہ پڑھ کر جو مسلمان ہو جائے اور اس کے بعد کلمہ کفر کہے یا فعل کفر کرے اور اس پر قائم رہے۔ایسے شخص کو مرتد کہتے ہیں۔

یوں ہی کوئی شخص بطور مزاق کفریہ کلمہ زبان سے بکے یا کفریہ فعل کا ارتکاب کر بیٹھے وہ مرتد کہلائے گا اگر چہ وہ کہتا رہے کہ میری ایسی سوچ نہیں تھی۔(درمختار، کتاب الجھاد، باب المرتد، ج:٦، ص:٣٤٣)۔

ارتداد کی مذمت میں آیات واحادیث:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ مَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَیَمُتۡ وَ ہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ۝ (٢:٢١٧)

ترجمہ: تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مرے اس کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں رائگاں ہیں اور وہ لوگ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (۵: ۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے، تو عنقریب اللہ ایک ایسی قوم لائے گا جو اللہ کو محبوب ہوگی اور وہ اللہ کو محبوب رکھے گی۔

مسلمانوں کے سامنے ذلیل اور کافروں پر سخت ہوگی وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اس موضوع پر حدیث شریف بھی پیش ہے:

صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے اس کا خون حلال نہیں مگر تین وجہ سے وہ کسی کو قتل کرے اور ثیب زانی اور دین سے نکل جانے والا جماعت مسلمین کو چھوڑ دیتا ہے۔

حدیث: امام بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کبھی اللہ تعالی کی خوشنودی کی بات کہتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا (یعنی اپنے نزدیک ایک معمولی بات کہتا ہے) اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس کے بہت درجے بلند کرتا ہے اور کبھی اللہ کی ناراضی کی بات کرتا ہے اور اس کا خیال بھی نہیں کرتا اس کی وجہ سے جہنم میں گرتا ہے اس اور ایک روایت میں ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان میں جو فاصلہ ہے اس سے بھی زیادہ فاصلہ جہنم میں گرتا ہے۔

اس دور پرفتن میں یہ بات کسی سے مخفی نہیں؛ سبھی مسلمان باخوبی جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ مسلم خواتین میں فتنۂ ارتداد کا زہر کتنی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہوا نظر آرہا ہے، خواہ وہ کم عمر بچیاں ہوں یا درمیانہ عمر کی لڑکیاں ہوں، حتی کہ شادی شدہ اور بچے والیاں بھی اس فتنے کی شکار ہو رہیں۔

چنانچہ کفار و مشرکین کی تنظیمیں منظم طریقے پر ناپاک سازشوں کے تحت اسی کام پر لگی ہوئی ہیں کہ مسلم لڑکیوں سے تعلقات بنائے جائیں، انہیں عیش و عشرت کی زندگی کا لالچ دے کر، محبت و وفا کے جھوٹے وعدے کر کے ان کے ایمان پر ڈاکا ڈالا جائے؛ تاکہ مسلمانوں کی لڑکیوں کا ایمان تباہ کر کے ان کی ناموس پر حملہ کر کے بدنام کیا جائے اور اپنے ناپاک مقصد میں کامیابی حاصل کی جائے۔ بلکہ مسلم لڑکیوں کو ورغلانے کے لیے خطرناک منصوبوں کے تحت نوجوانوں کو باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے، اس پر انہیں مذہب اسلام کی خاص باتوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے اردو زبان سکھائی جاتی ہے، پھر یہ غیر مسلم لڑکے سوشل میڈیا پر مسلم لڑکیوں کو میسج کے ذریعے اردو زبان میں کلام کرتے ہیں. قرآن نماز کے متعلق گفتگو کرتے ہیں. جس وہ کم علم بھولی بھالی مسلم لڑکی متاثر ہو کر گفتگو کو جاری رکھتی ہے اور یہیں سے وہ ان کی ناپاک سازشوں کی شکار ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

آئے دن ایک سے ایک شرمناک معاملات کی اطلاعات سوشل میڈیا پر گشت کر رہی ہیں اور باضابطہ اس کی بہت سی تصاویر بھی منظر عام پر نظر آرہی ہیں، حتی کہ ان لڑکیوں کے نام، عمر اور پتا تک شائع کیا جارہا۔ ملت کی بیٹیاں غیروں کے ساتھ تعلقات بنا کر، ان کی جھوٹی محبت کے جھانسے میں آکر اپنے والدین اور خاندان کی عزت و محبت کا جنازہ نکال رہیں، چند دن کی حرام محبت میں اندھی ہو کر کفار کے بدترین جال میں پھنس کر اپنے گھر سے فرار ہوتی نظر آرہی ہیں، اور پھر اپنی دنیا و آخرت کی بربادی کی راہ چن کر مرتد ہو کر ان سے شادی رچا رہیں۔ (استغفر اللہ)

بعدہ ان کفار و مشرکین کے ساتھ انہیں لڑکیوں کے چند دن گزرتے ہیں کہ طرح طرح کی بری خبریں سامنے آتی ہیں مثلاً: فلاں لڑکی جو غیر مسلم کے ساتھ رہتی تھی، چند دن کے بعد لڑکے نے آپس میں معمولی جھگڑے کی بنیاد پر اس لڑکی کو بری طرح ہتھیار سے مار کر جنگل میں ڈال دیا۔

اسی طرح فلاں لڑکی نے (جس نے غیر کے ساتھ شادی رچائی) شادی کے کچھ دن بعد ہی اس کی اپنے عاشق سے گھومنے جانے کی خواہش پر اسے قتل کر دیا گیا۔

اور یوں ہی بعض لڑکیوں کی اسکول کالج میں غیر مسلم لڑکوں سے تعلقات بنے اور جب بات گھر والوں میں پہنچی تو گھر والے ان کے رشتے پہ راضی نہیں، پھر انہوں نے گھر سے بھاگ کر کورٹ میرج کر لی اور ساتھ رہتے ہوئے ایک دو ماہ گزرے کہ لڑکے نے اپنی حوس کا نشانہ بنا کر چھوڑ دیا کہ تم اپنے راستے ہم اپنے سب ختم۔

اس کے بعد ان لڑکیوں کے پاس دو ہی راستے بچتے ہیں؛ یا تو وہ خودکشی کا راستہ اختیار کر لیتی ہیں یا پھر در بدر کی ٹھوکریں کھاتی ہوئی اپنی بے بسی کا سناتی ہوئی غیروں سے مدد مانگ رہی ہوتی ہیں، البتہ ان کی سنوائی کچھ بھی نہیں ہوتی، کیوں کہ اس حرکت کے بعد ان کی کی معاشرہ میں کوئی عزت باقی نہیں رہتی، نہ اپنے گھر واپس لوٹنے کا کوئی چارہ کہ گھر والے ہرگز اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں گے اور نہ لڑکے کے گھر والے اس لڑکی کو رکھنے کو راضی ہوں گے کیوں کہ لڑکا اسے پہلے ہی چھوڑ چکا ہے۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے مسلم لڑکیوں کا غیر مسلم لڑکوں سے تعلقات بنانے اور ان کے ساتھ شادی کرنے کے بعد ان لڑکیوں کا کیا بنا؟ کچھ بھی نہیں! بلکہ جن کے ساتھ عشق و وفا کے خواب سجا بیٹھیں، جن کی خاطر اپنے ماں باپ گھر بار کو چھوڑ کر آئیں، انہیں کے ہاتھوں ذلیل ہوئیں حتی کے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں، انہیں بد بختوں نے ان کو اپنی حوس کا شکار بنا کر بدنام کرکے چھوڑ دیا یا قتل کر دیا گیا، اب ان کا نہ دنیا میں کچھ حصہ رہا نہ آخرت میں۔

بہت افسوس ہوتا ہے جب ایسے واقعات سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں، سر شرم سے نیچا ہونے لگتا ہے، دل و دماغ پہ غصہ و افسوس طاری ہو جاتا ہے، کہ کیسے ہماری اسلامی بہنیں اپنے پاس سب سے قیمتی دولت 'دولت ایمان' ہونے کے باوجود ان کفار و مشرکین کی ناپاک سازشوں کا شکار ہو کر اتنی آسانی سے اس عظیم دولت کو گنوا بیٹھتی ہیں، آگے کی زندگی کی تباہی کا کچھ خیال تک نہیں کرتیں۔ جبکہ اسلام کے خلاف زہر اگلنے والے کتنے بدبختوں نے کھلے عام سوشل میڈیا کے ذریعہ اعلان بھی کیے کہ "ہمیں مسلمانوں کی کثیر تعداد میں لڑکیاں چاہیے تب جا کر ہمارا بنایا منصوبہ پورا ہوگا، یعنی ان بدبختوں کا خاص مقصد ہی مسلم لڑکیوں کو دین اسلام سے پھیرنا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

افسوس کہ یہ سننے جاننے کے بعد بھی ہماری اسلامی مائیں بہنیں، جوش میں ایسی مدہوش ہو رہیں کہ اب بھی ہوش کے ناخن نہیں لے رہیں، خدا کا خوف نہیں کھا رہیں، اللہ رحم فرمائے۔ آمین

فتنۂ ارتداد کے اسباب:

سوچنے والی بات ہے کہ کچھ وقت میں اچانک ایسا کیا ہو گیا کہ کثیر تعداد میں اسلام کی شہزادیاں اپنے

دین سے پھرتی ہوئی نظر آرہی ہیں، آخر کن وجوہات کی بنا پر ہمارے معاشرے میں یہ فتنہ تیزی سے پھیل رہا ہے، چند اسباب ملاحظہ کیجیے:

اس فتنۂ ارتداد کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب ایمان کی کمزوری اور دین سے دوری ہے؛ یعنی ہماری اسلامی مائیں بہنیں فقط رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے کو کافی سمجھ کر خود کو ایمان والی تو کہتی ہیں لیکن کلمہ پڑھنے کے بعد شریعت نے جو احکام ان پر نافذ کیے ہیں اس سے کوئی غرض نہیں رکھتیں، بس دنیوی زندگی میں بدمست ہو کر دین سے بہت دور ہو چکی ہیں کہ انہیں حرام حلال کی تمیز نہیں، نہیں جانتیں کہ ہمارا دین ہمیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے، یہاں تک کہ انہیں یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ کس طرح ایک لمحہ میں ہمارا ایک غلط قدم، یا ایک کلمہ بھی ہمیں ایمان کی راہ سے جدا کر سکتا ہے۔

اس میں کمی رہتی ہے سب سے پہلے والدین کی کہ انہوں نے اپنے بچوں کی دینی تربیت نہیں کی ہوتی، بچوں کی دنیا تو سنوارنے میں لگے رہتے ہیں ان کے مستقبل کے لیے شب و روز فکر مند رہتے ہیں، لیکن فکر مند نہیں ہوتے تو ان کی آخرت کے معاملے میں، انہیں دین اسلام کے بارے میں نہیں بتاتے، اسی دین سے دوری کے سبب ان کے دل میں خوف خدا نہیں ہوتا، ان کا ایمان کمزور رہتا ہے اور اسی سبب زندگی میں بہت برے اثرات سامنے آتے ہیں، جن پر فقط پچھتاوے کے کچھ نہیں بچتا ہے اور آخرت میں ایسے والدین کی بھی پکڑ ہوگی۔

دوسرا سبب ہے مسلم غیر مسلم لڑکی لڑکوں کا آپس میں اختلاط؛ ان سے دوستی، میل ملاپ وغیرہ۔

دور حاضر میں یہ چیز تو بہت زیادہ عام ہے، سب سے زیادہ اسکول، کالج اور یونیورسٹیز میں دین اسلام اور اس کے علاوہ ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے لڑکے لڑکیوں کا آپس میں اختلاط ہوتا ہے، ان میں ٩٠ / فیصد لڑکے لڑکیاں آپس میں ایک دوسرے کے دوست کہلاتے ہیں (جبکہ شرعا بد مذہبوں سے میل جول حرام ہے، اور ان سے دوستی دین کے لیے زہر قاتل ہے) اور پھر یہی ناجائز دوستی اور ان سے میل ملاپ کی وجہ سے مسلم نوجوان لڑکے لڑکیوں کی سوچ کافی حد تک منفی ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ اپنے دین میں تشویشناک ہو جاتے ہیں، اسی اختلاط کی وجہ سے غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ مسلم لڑکیاں غلط راہ اختیار کر لیتی ہیں اور پھر اس کے نتائج و اثرات تباہ کن ثابت ہوتے ہیں، جو مسلم کے گھر، خاندان بلکہ پوری قوم کے لیے باعث شرم ہوتے ہیں۔

تیسرا سبب: بے حیائی کا عام ہونا؛ یہ بھی اس فتنے کا بہت خطرناک سبب ہے جب مسلمان لڑکیوں میں حیا ختم ہونے لگتی ہے تو پھر گناہوں کی طرف بہت تیزی سے رجحان بڑھتا جاتا ہے، اخلاقی زوال بڑھتا جاتا ہے، جدت پسندی، بیہودگی، بے پردگی، آوارگی اور بے راہ روی بے لگام ہوجاتی ہے۔

چوتھا سبب: مسلمان لڑکیوں کا آزاد خیال ہونا: ہمارے معاشرے کی بہت سی کم علم اور مغربی تہذیب کو پسند کرنے والی لڑکیوں کی سوچ بہت عجیب ہوگئی ہے کہ شریعت نے انہیں قید کیا ہوا ہے، انہیں غیروں کی طرح آزادی نہیں دی، نئے نئے بیہودہ فیشن کو دیکھ کر پردے کرنے کو (نعوذ باللہ) پرانا فیشن کہتی ہیں بلکہ بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ پردہ دل کا کافی ہے، خود بے غیرتی اوڑھ کر پردہ کو بوجھ خیال کرتی ہیں، وہ جانتی نہیں کہ اسلام نے ان کو کس طرح محفوظ ہونے کا پتا دیا ہے، اسی سبب مذہب بیزاری کے ناسور بھی ان کے ذہن میں جلد پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اور یہاں میرا یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اس طرح کی صریح غلط سوچ کی وجہ ان کی ماؤں کی دی ہوئی بے جا آزادی اور دینی تعلیم سے دوری اختیار کرنا ہے۔ اور جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی پشیمان ہوئی ہے۔

سنو! عورت کو جتنی آزادی ملنی چاہیے تھی وہ دین اسلام اسے دے چکا ہے، اب مزید جو ڈرامہ کیا جارہا ہے وہ آوارگی اور بے حیائی کے سوا کچھ نہیں۔

چناچہ اگر ان اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے اب بھی اپنے بچوں پر توجہ نہ دی گئی، انہیں دین سے دور رکھا گیا تو حالات ابھی کیا بد ہیں جو آگے بدتر ہوجائیں گے۔ لہذا مغربی تہذیب کے بجائے اسلامی تہذیب کو اپنائیں۔

اس فتنہ کے تدارک کے ذرائع:

سب سے پہلے والدین کے ذمہ چند اہم ذمہ داریاں ہیں:

- اپنے بچے بچیوں کی دینی و اخلاقی تربیت کریں۔
- بچپن سے ان کے دلوں میں اسلام کی حقانیت و محبت کو اجاگر کرائیں۔
- ان کی صحبت پر خاص توجہ دیں، کس طرح کے لوگوں کے ساتھ میل جول ہے اس کا بھی علم رکھیں، اچھی صحبت اختیار کرنے اور بری صحبت سے بچنے کی تاکید کریں۔

□ نماز کی پابندی ضرور کرائیں بیشک نماز بے حیائی اور دیگر گناہ کبیرہ سے روکنے والی ہے، بالغ ہونے سے قبل ہی پردہ کی عادت بنوائیں۔

□ کفار و مشرکین کے افعال رذیلہ سے روشناس کرا کر ان کے تیوہار و رسومات وغیرہ سے خود بھی نفرت کریں اور اپنے بچوں کو بھی نفرت دلائیں۔

□ لاڈ پیار میں انہیں ضرورت سے زیادہ چھوٹ نہ دیں۔تعلیم یا کسی اور ضرورت کے کام سے باہر جانا ہو تو خود ساتھ جائیں، اور ان پر اپنا بھروسہ بنا کر رکھیں۔

□ لڑکیوں کو شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اعلیٰ تعلیم دلائی جائے، جہاں مخلوط تعلیمی نظام ہو وہاں تعلیم کے لیے بھیجنے سے بچیں اور جس تعلیم کے حصول میں بچوں کے دین و ایمان کا خطرہ ہو ایسی تعلیم ترک کرا دینا بہتر ہے۔

اسلام کی دعوت و تبلیغ پر محنت کرنے میں اضافہ کریں:

علمائے کرام، عالمات و دینی تنظیمیں جو واقعی دین کی خدمت کرنا چاہتی ہیں وہ اپنے شہر کے ہر صوبے، ہر بستی میں کم از کم ہر ہفتہ میں ایک دن مقرر کر کے مرد و خواتین کے لیے الگ الگ دینی مجالس کا اہتمام کریں، جس میں خاص اسی موضوع ارتداد کے متعلق بیان کریں، لوگوں میں اسلامی غیرت و حمیت کو بیدار کریں، عالمات و مبلغات جمع ہوئی خواتین کو خاص اسلام کی حقانیت اور دور حاضر کے اس فتنۂ ارتداد کے متعلق بتائیں، کفار کی سازشوں سے ہر طرح سے آگاہ کر کے اس سے بچنے کی تدابیر کو سامنے رکھیں۔ اور ارتداد کی مذمت میں قرآن و حدیث سے وارد ہوئی وعیدیں سنائیں، سیرت رسول اور امہات المومنین کی سیرت پڑھ کے سنائی جائے۔

امام مسجد جمعہ میں ضرور مقتدیوں کے سامنے اسی موضوع پر بیان کریں۔ لوگوں کو کفار کی ناپاک سازشوں سے آگاہ کرائے، بتائیں کہ اپنی بہن بیٹیوں پر خاص توجہ دیں ان کی تربیت، تعلیم و صحبت وغیرہ ہر طرح سے ان کا خیال کریں، بے حیائی بے پردگی اور بازار کی زینت بننے سے بچائیں، ہر طرف ایمان کے لٹیرے پھر رہے ہیں خبردار رہیے اپنے اور اپنے بچوں کے ایمان کی حفاظت کیجیے کیوں کہ ایمان ہے تو سب کچھ ہے ایمان گیا تو کچھ بھی نہیں۔

مسلم اسکول کالجز کھولے جائیں:

ارتداد کے جو اسباب ہیں ان کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسلامی تنظیم و تحریک کے تحت اپنے مسلم اسکول کالجز بنائے جائیں، تاکہ مسلم بچے بچیاں غیر مسلم اسکول میں جانے کے بجائے اپنے ہی اداروں میں داخلہ لیں۔ ایسے ادارے بنائیں جہاں اپنے قانون چلائے جاسکے اور مخلوط تعلیمی نظام نہ رکھا جائے، بچوں کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ اسلامی تہذیب سے بھی آشنا کرایا جائے، طلبا کی ذہنی قوت کو مغربی تہذیب سے بچایا جائے، صرف کاغذ کی ڈگری ہی نہ دی جائے بلکہ انسانیت کا سبق بھی پڑھایا جائے اور ساتھ ہی شریعت کی حدود میں رہنا سکھایا جائے۔

شادی بیاہ کو آسان بنایا جائے:

رشتہ کرتے وقت لڑکے و لڑکی والے غیر واجبی شرائط سے مکمل پرہیز کریں۔ بہت سی غریب اور متوسط گھرانے کی لڑکیوں نے ارتداد کی جانب قدم اس لیے بڑھائے کہ ان کا اپنے مسلم معاشرے میں رشتہ نہیں ہو رہا تھا، کہیں سے رشتہ آتا بھی تو لڑکے والے جہیز، بنگلہ وغیرہ کی بڑی مانگیں رکھتے، جس کو لڑکی کے والدین پوری کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور پریشان ہو جاتے، اور اس چیز کا لڑکی پر برا اثر پڑھتا کہ کوئی اس کو ہمسفر بنانے کو تیار نہیں والدین غریبی کے سبب الگ پریشان، تو وہ مجبور ہو کر غیر کی جانب رخ کر لیتی ہیں۔ یا کسی طرح دشمنان اسلام ان کی بے بسی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں اور بس وہ انہیں کی ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لیتی ہیں۔

اس لیے بے حد ضروری ہے کہ شادی کو سادگی سے کیا جائے۔ بے جا رسومات و خرافات کو ختم کیا جائے، لڑکے والے جہیز یا کسی بھی بات کی مانگ نہ کریں اور لڑکی والوں کو بھی چاہیے کہ وہ لڑکا دیکھتے وقت فقط اس کے بڑے کاروبار اور امیری ہی کو ترجیح نہ دیں، بلکہ نیک سیرت و دین داری دیکھیں اور شرعاً حکم ہے کہ دین داری، اچھے اخلاق کو دیکھیے اور اپنے برابر کے لوگوں میں رشتہ تلاش کیجیے، خدارا اپنے بچے بچیوں کو ارتداد کا شکار ہونے سے بچائیے، صحیح وقت پر درست انداز میں شادی کر دیں بلاوجہ تاخیر نہ کیجیے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے برکت کے اعتبار سے اس شادی کو اچھا فرمایا جس میں اخراجات کم ہوں۔ لیکن

آج تو حال یہ ہے کہ لوگ دنیاوی ناموری و ریاکاری کے چکر میں فرمان رسول کو پس پشت ڈال کر غیر اسلامی روایات وخرافات میں ایسے ملوث ہو گئے ہیں کہ ان میں اس چیز کا ذرا احساس تک باقی نہیں (معاذ اللہ)۔

موبائل کا درست استعمال کریں:

یہ سوشل میڈیا کا دور ہے اس دور میں اکثر ہر فرد کے پاس موبائل نامی چیز موجود ہے۔ یہ بہت اچھی چیز بھی ہے اور بہت خراب بھی فرق ہے بس اس کے استعمال کرنے کے انداز کا۔فلمی ڈرامہ سیریل دیکھنے سے بچیں کیوں کہ اس کی وجہ سے گھروں میں فحاشی وعریانیت داخل ہوتی ہے، اس میں فضول چیزیں دیکھنے سننے میں وقت ضائع نہ کریں۔

سوشل میڈیا کا استعمال اس طرح کریں کہ ثواب نہ ملے تو گناہ گار بھی نہ بنیں، ذہن کی حفاظت کریں کیوں کہ یہود ونصاری نے اس موبائل میں ایسی ایسی ناجائز وخراب چیزوں کو ایجاد کر رکھا ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی انسان کا نفس اس طرف مائل ہو جاتا ہے۔

دینی لحاظ سے اس فون کے بہت سے فائدے ہیں بشرطیکہ خالص اچھی نیت کے ساتھ دین سیکھنے سکھانے کے لیے استعمال ہو، کیوں کہ آج کل دیکھا جا رہا کہ لوگ دینی نامی گروپ بناتے ہیں جس میں لڑکے لڑکی دونوں کو شامل کیا جاتا ہے چند دن دینی پوسٹ چلتی ہیں اس میں، پھر گروپ میں موجود ممبر یا ایڈمن صاحب ہی لڑکیوں کے پرسنل پر پہنچ کر میسج کرنے لگتے، میٹھے انداز میں خود بڑے پارسا نیک بن کر گفتگو کرنے لگتے ہیں اور وہ کم علم لڑکی متاثر ہو کر جواب بھی دیتی ہے چنانچہ پھر یہی گفتگو کا سلسلہ دھیرے دھیرے کچھ اور ہی معاملہ بن کر سامنے آتا ہے۔ انہیں محرم وغیر محرم کی بھی تمیز نہیں رہتی نفس کے بہکاوے میں آ کر موبائل کا اس طرح غلط استعمال کرنا ہرگز درست نہیں، اس لیے بلا تحقیق کسی دینی گروپ میں بھی شامل نہ ہوں بلکہ جہاں لڑکے ہوں وہاں لڑکیاں شامل ہی نہ ہوں۔

آج اسی موبائل کے غلط استعمال کی وجہ سے یہ فتنۂ ارتداد ہماری قوم کی بیٹیوں میں تیزی سے پھیل رہا ہے، لہٰذا اس فون کا درست استعمال کریں، لڑکیاں غیر محارم سے بلا عذر شرعی بات چیت کرنے سے گریز کریں۔

یہ دور آزمائش ہے اس وقت مسلہ صرف گھر بار، مال و دولت چھن جانے کا نہیں بلکہ امت مسلمہ کی ناموس

وایمان چھن جانے کا مسلہ ہے۔ ہر جانب دین کے مخالف اور لٹیرے پھر رہے ہیں خدارا ہوش کے ناخن لیجیے، رب کی عطا کردہ سب سے عظیم نعمت ایمان کی حفاظت کیجیے اگر یہی دنیا کی زندگی میں گنوادی تو آخرت میں رب کے حضور کیا منہ دکھاؤ گی۔

ہے شریعت ہی تمہاری پاسباں اے بیٹیو!

دامن اسلام میں ہی تم سنواری جاؤ گی

اللہ رب العزت تمام امت مسلمہ کی بیٹیوں کو اس فتنے سے بچائے ان کی عزت وآبرو اور ایمان کی حفاظت فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

مروجہ جلسے تبلیغ دین کا اہم اجتماع

محمد تحسین رضا نوری

مرکز الثقافۃ السنیۃ، کیرلا

مذہب اسلام کی نشر و اشاعت میں جلسوں اور محفلوں کا اہم رول رہا ہے، ابتدا سے ہی مبلغین اسلام نے وعظ و بیان کے ذریعہ لوگوں کے ذہن و فکر میں اسلام کی حقانیت، اور اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا۔ ان کے قلوب کو خدائے وحدہ لاشریک کی توفیق سے نور ایمان سے منور کیا، اپنی تقریر و خطابت سے معاشرے میں پھیلنے والی برائیوں کو ختم کیا، لوگوں کو غلط راستے سے ہٹا کر صحیح راستے پر چلنے کی ہدایت کی، اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وعظ و نصیحت، تقریر و خطابت کے بغیر لوگوں کی اصلاح ممکن نہیں، ان جلسوں اور محفلوں کا انعقاد صرف اس زمانے میں نہیں بلکہ ہر دور میں ہوتا آ رہا ہے، خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے اور ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے یہ مذہبی تقریبات منعقد ہوتی تھیں، صراحتاً بے شمار حدیثوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے، بخاری شریف کی حدیث ہے:

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بينما هو جالس في المسجد و الناس معه إذ اقبل ثلاثة نفر، فاقبل اثنان إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذهب واحد، قال: فوقفا على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاما احدهما فراى فرجة في الحلقة فجلس فيها، و اما الآخر فجلس خلفهم، و اما الثالث فادبر ذاهبا، فلما فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:" الا اخبركم عن النفر الثلاثة، اما احدهم فاوى إلى الله فآواه الله، و اما الآخر فاستحيا فاستحيا الله منه، و اما الآخر فاعرض فاعرض الله عنه"۔ (صحیح البخاری، جلد اول، حدیث 66)

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی وہاں آئے، ان میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور ایک واپس چلا گیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر وہ دونوں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے، ان میں سے ایک

نے مجلس میں ایک جگہ کچھ گنجائش دیکھی، تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی گفتگو سے) فارغ ہوئے تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں تین آدمیوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ تو سنو! ان میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دی، اور دوسرے نے اللہ پاک سے حیا کی، تو اللہ پاک نے بھی اس سے حیا فرمائی (کہ اسے بھی بخش دیا) اور تیسرے شخص نے اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا، تو اللہ پاک نے بھی اس سے اعراض کیا۔

پتہ چلا کہ عہد رسالت میں بھی وعظ و نصیحت کی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کو نصیحت فرمایا کرتے، اس کے علاوہ بے شمار حدیثیں موجود ہیں جن سے اس طرح کی محفلوں کا ثبوت ملتا ہے، عہد نبوی کے بعد صحابہ و تابعین، اولیاء کاملین کے ادوار میں بھی یہ سلسلہ جاری و ساری رہا، اولیاء کاملین میں خصوصاً سلطان الاولیاء، امام الائمہ، ملجا الامۃ، فرد الفرید، غوث المجید، ولی الاولیاء، امام الاصفیاء، قطب الربانی، غوث الصمدانی، سیدنا و مولانا ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کی محفلیں اور ایمان افروز بیانات بہت مشہور ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ و تابعین، ائمہ و محدثین، اولیاء کاملین کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان مقدس محفلوں سے نہ جانے کتنے لوگوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی، اور ان محفلوں کی برکت سے نا جانے کتنے گمراہوں کو اللہ تعالی نے ہدایت عطا فرمائی، اور نہ جانے کتنے بے راہ، گنہگار، اور فاسق و فاجر لوگ توبہ واستغفار کر کے صالحین کی فہرست میں شامل ہو گئے، کیوں کہ ان محفلوں کے ذریعہ تاریک دلوں میں عشق وعرفان کی قندیلیں روشن کی جاتی تھیں، غافل اور خوابیدہ ذہنوں کو بیدار کیا جاتا تھا، خشک طبیعتوں میں ایمانی جوش وخروش اُبھر کے آتا تھا، ان مبلغین کی نیتوں میں خلوص تھا، دلوں میں خدا کا خوف تھا اور دنیا کے لالچ سے قطع نظر تھے اسی وجہ سے ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں دلوں پر اثر کرتی تھیں۔

دور حاضر اور مروجہ جلسے:

موجود دور میں بھی ایسے مبلغین اور ایسی محفلوں کی اشد ضرورت ہے، سیکڑوں لوگوں کی روحیں علم کی پیاسی ہیں، نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہے، دن بدن ہماری مسلم بچیاں فتنہ ارتداد کا شکار ہو رہی ہیں، یقیناً یہ جلسے اس مہلک مرض کا تریاق بن سکتے ہیں، لیکن جب سے ان محفلوں کی باگ ڈور نا اہلوں کے ہاتھ میں آئی ہے تب

سے ان کا مقصد فوت ہوگیا، اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جذبہ رکھنے والے مبلغین کی تعداد بھی از بس غنیمت ہے، جو علماء حقیقی معنوں میں احقاق حق ابطال باطل کا شوق رکھتے بھی ہیں تو اُن میں سے اکثر نے مذہبی کانفرنسوں کی ہیئت اور خستہ حالی کو دیکھ کر اس میں شرکت کرنا ہی چھوڑ دیا، دورِحاضر میں رائج گھن گرج خطابت نے اصل مقصد (وعظ ونصیحت) کو ختم ہی کر دیا، جسے نہ دیکھو علم سے نابلد افراد منصب خطابت پر فائز ہیں، یہ حضرات اصل مقصد کو پس پشت ڈال کر آنکھ بند کر کے پوری شان وشوکت کے ساتھ جو گرجنا شروع کرتے ہیں پھر دو گھنٹے سے پہلے اپنی آنکھیں کھولنا گوارا ہی نہیں کرتے، جتنا سبق یاد کر کے آتے ہیں سب حرف بحرف سنائے بغیر مائک ہی نہیں چھوڑتے۔ ان خطباء حضرات کو لوگوں کی اُکتاہٹ سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ لوگ توجہ سے سن بھی رہے ہیں یا نہیں۔ حالانکہ بُخاری ومسلم کی حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطاب میں لوگوں کی اکتاہٹ کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ’احیاء علوم الدین‘ میں اپنے دور کے خطیبوں کا حال بیان کرتے ہیں کہ ”ایک گروہ دوسرا ہے جو وعظ وتذکیر کی اصل منہاج سے انحراف کر چکا ہے، اس زمانے کے سارے واعظین اس میں مبتلا ہیں سوائے اُن نادر اہل علم کے جنہیں اللہ تعالٰی نے ان شرور نفس سے محفوظ فرمالیا“۔ آگے تحریر فرماتے ہیں: ”ان چند مستثنیات کے سوا ہو سکتا ہے کہ ملک کے بعض علاقوں میں ایسے پاکیزہ نفوس لوگ موجود ہوں، لیکن ہمیں اُن کا علم نہیں“۔ (احیاء علوم الدین، جلد ۳۰)

امام غزالی مزید تحریر فرماتے ہیں: ”ان واعظین کا ایک گروہ ایسا ہے جو نکتہ آفرینیاں کرتا ہے، ہم وزن جملے بازی اور تک بندیوں سے کام لیتا ہے الغرض ان کی ساری کاوش معنویت کی بجائے وزن بندی پر صرف ہوتی ہے وہ (عوام میں جوش پیدا کرنے کے لیے) وصال وفراق کے اشعار پڑھتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی مجالس میں مصنوعی وجد اور نعرے بازی پائی جائے، خواہ یہ سب کچھ فاسد اغراض ہی کیلیے کیوں نہ ہو۔ یہ انسان کے بھیس میں شیطان ہے، انہوں نے لوگوں کو راہ راست سے بھٹکا دیا ہے۔ گزشتہ زمانوں کے واعظین میں اگر کوئی ذاتی کمزوری بھی ہوتی تو کم از کم وہ دوسروں کی اصلاح کرتے تھے شریعت کے مطابق وعظ وتذکیر کرتے لیکن یہ لوگ تو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بن چکے ہیں اور انہوں نے اللہ کی مخلوق کو اللہ کی رحمت کے نام پر

دلفریب امیدیں دلا کر دھوکے میں ڈال دیا ہے سو ان کے خطاب سے سننے والوں میں گناہ پر جسارت اور راور دنیا کے بارے میں رغبت پیدا ہوتی ہے، (واعظوں کا یہ فریب دو آتشہ ہو جاتا ہے، خاص طور پر جب یہ) حسین و جمیل لباس اور سواریوں سے خود کو مزین کرتے ہیں اگر آپ سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک ان کی ہیئت کو دیکھیں تو دنیا کے بارے میں ان کی شدید حرص کا آپ کو اندازہ ہو جائے گا، پس ان واعظین کا فساد اصلاح کے مقابلے میں زائد ہے، بلکہ درحقیقت اصلاح تو ہے ہی نہیں، یہ بڑی تعداد میں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ان کی دھوکہ بازی پوشیدہ نہیں ہے"۔ (احیاء علوم الدین، جلد ۰۳، بحوالہ: اصلاح عقائد و اعمال، صفحہ ۳۶،۳۵)

یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے دور کا حال ہے، اب ذرا اس سے اپنے دور کا اندازہ لگایئے۔

ایسے خطباء و مقررین کے تعلق سے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ شریف، جلد ۲۳، صفحہ ۳۷۹، (مطبوعہ دعوت اسلامی) پر تحریر فرماتے ہیں "وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازت اللہ و رسول (جل اللہ و صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، جو کافی علم نہ رکھتا ہو اُس کا وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا جائز نہیں ہے"۔ اسی جلد ۲۳ کے صفحہ ۱۸۷ پر فرماتے ہیں: "جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں، وہ جتنا سنوارے گا اُس سے زیادہ بگاڑے گا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری امت پر جلد ہی ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس میں قراء کثرت سے ہوں گے اور فقیہ کم ہوں گے، علم اٹھالیا جائے گا اور فسادات پھیل جائیں گے"۔ (المعجم الکبیر)

مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ایک واعظ سے پوچھا: کیا تم ناسخ و منسوخ کا علم جانتے ہو؟ اُس نے جواب دیا: نہیں! آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا: "فاخرج من مسجدنا ولا تذکر فیہ" ہماری مسجد سے نکل جا اور یہاں وعظ مت کر۔ (کنز العمال، ماخوذ: اصلاح عقائد و اعمال)

جلسوں کی خرابیاں کیسے دور کریں:

آج کل ہونے والے جلسوں سے اصلاح و تربیت ختم ہی ہو چکی ہے (الا ماشاء اللہ)۔ لاکھوں، کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں اور جلسے کا کوئی رزلٹ نہیں نکلتا۔ لوٹنے والے مقررین گلے کا زور لگا کر قوم کی جیبیں خالی کرا کے فجر سے پہلے ہی نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں، اگر کوئی صحیح دین کا درد رکھنے والا عالم کوئی صحیح بات کہ

دے تو عوام الناس تو دور خواص بھی خلاف ہو جاتے ہیں، اس قوم کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے جس کو صحیح بات سمجھ نہیں آتی۔ جبکہ دوسرے لوگ ان چیزوں میں پیسہ نہ لگا کے اپنا اصل کام کر رہے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں ہوتا، اسی وجہ سے بیرون ممالک میں کام کرنے والے ہمارے بھولے بھالے نوجوان اُن سے متاثر ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ وہ کیسے ہیں؟ اُن کا دین سے کیا تعلق ہے؟ اُن کے عقائد کیسے ہیں؟ اس سے اُنہیں کوئی مطلب نہیں۔ ہمارے جلسے اگر جھومنے اور جھمانے سے پاک رہتے، اور عوام تک دین کی بات پہنچائی جاتی تو یہ غیروں سے کیوں ملتے؟؟؟ بعض لوگوں کی زبانی تو یہ تک سنا ہے کہ صرف سنی علماء ہی اسٹیج پر گالیاں بکتے ہیں، جبکہ ہم نے ان کی زبان سے کبھی کوئی غلط بات نہیں سنی، آج جلسوں میں غیروں کو گالیاں بکنے کے علاوہ ہوتا کیا ہے؟

مزید ان سے زیادہ ماحول خراب آج کل کے پیروں نے کر رکھا ہے، (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے)، جناب نے مدرسے جانا تو دور، مدرسہ دیکھا تک نہیں، لیکن ہماری قوم اُنہیں کے ہاتھ چومتی ہے، خدارا کسی بھی غیر عالم پیر کو نہ بلاؤ۔

آج کے اس پرفتن دور میں لوگوں تک دین کی باتیں پہچانا ضروری ہے، رات کو لمبے لمبے جلسے نہ کر کے جگہ جگہ گھنٹے دو گھنٹے کے لئے تبلیغی پروگرام رکھے جائیں، کسی باعمل اچھے عالم سے آدھا پون گھنٹہ اصلاحی بیان کرایا جائے، باقی وقت میں عوام الناس کو نماز روزے کے ضروری مسائل سکھائے جائیں، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کیا جائے، معاشرے میں پھیلتا فتنہ ارتداد، بڑھتا جہیز جیسی مہلک بیماریوں کو روکا جائے۔ لوگ محفل میں آئیں تو کچھ دین کی ایسی باتیں سیکھ کے جائیں جو اُن کے کام آئے، ہر عالم (خاص کر ائمہ مساجد اپنی اپنی مسجدوں میں) مہینہ میں کم سے کم ایک ایسا پروگرام لازمی رکھیں۔ اور ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم ایسے تبلیغی پروگرام کو فروغ دیں۔

انداز بیاں گرچہ میرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے دلوں میں دین کا درد پیدا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کونڈے کی فاتحہ کی اصل اور شرعی حیثیت

غلام عبد القادر تبیغی مصباحی ازہری

کلیہ اصول الدین، جامعہ ازہر شریف

کونڈہ وہ برتن ہے جس میں کھانے کی پاکیزہ چیزوں کو رکھا جاتا ہے۔ کونڈہ کی فاتحہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف منسوب ہے یہ جائز اور باعث برکت ہے۔ لیکن ۲۲؍رجب کے بجائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فاتحہ ۱۵؍رجب المرجب کو کریں کہ حضرت کا وصال ۱۵؍رجب کو ہی ہوا ہے نہ کہ ۲۲؍رجب کو۔ البتہ ۲۲؍رجب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا وصال ہوا ہے تو شیعہ اس تاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خوشی میں عید مناتے ہیں اور از راہ فریب اسے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نیاز کا نام دیتے ہیں۔ حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

"سنی کے لیے لازم ہے کہ وہ شیعوں کی موافقت سے دور رہیں 22 رجب کو حضرت امام جعفر صادق کا نیاز ہرگز نہ کریں بلکہ 15 رجب کو حضرت کا وصال ہوا ہے تو اسی تاریخ کو ان کی نیاز کریں"۔ (فتاوی فقیہ ملت، ج:۲، ص:۲۶۰)

کونڈے کی فاتحہ دراصل ایصال ثواب ہے اور یہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مستحسن عمل ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں تک بدنی اور مالی ثواب پہنچاتا ہے اور یہ ثواب اس تک پہنچتا بھی ہے۔ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے نیز اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ مشکوۃ باب فضل صدقہ (فصل ثانی) میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوا کر فرمایا کہ **"هذه لأم سعد"** (یہ ام سعد کے لیے ایصال ثواب) کا کنواں ہے۔

فقہا فرماتے ہیں کہ ایصال ثواب جائز ہے لیکن بدنی عبادت میں نیابت جائز نہیں یعنی اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی جانب سے نماز پڑھ دے تو اس کی نماز نہ ہوگی ہاں نماز کا ثواب بخشا جا سکتا ہے۔ (جاء الحق)

مشکوۃ کتاب الفتن باب الملاحم فصل دوم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی سے فرمایا کہ **"من يضمنُ لي منكم ان يصلي لي في مسجد العَشَار ركعتين او اربعًا ويقول هذه لابي هريرة"**

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے:

پہلا بدنی عبادت یعنی نماز بھی ایصال ثواب کی نیت سے دوسرے کے لیے ادا کرنا جائز ہے۔

دوسرا زبان سے ایصال ثواب یعنی اے اللہ اس کا ثواب فلاں کو دے. بہت اچھا عمل ہے۔

تیسرا بزرگان دین کی مسجدوں میں نماز پڑھنا باعث ثواب ہے۔

اب رہی عبادت مالی جیسے زکوۃ اور حج تو یہ دوسرے کی جانب سے بھی ادا ہو جاتا ہے مثلاً کسی نے کسی سے کہا کہ تم میری طرف سے زکوۃ دے دو اور اس نے دے دیا تو اس کی جانب سے ساقط ہو گیا۔

اسی طرح اگر صاحب مال کے اندر حج ادا کرنے کی طاقت نہ رہی تو اس کی جانب سے دوسرا شخص ادا کر سکتا ہے یہ بات ذہن نشیں رہے کہ ہر عبادت کا ثواب پہنچتا ہے۔ (جاء الحق)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ثواب کسی کو بھی نہیں پہنچتا کیونکہ قران کریم میں آیا ہے کہ

"لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت" (سورۂ بقر، آیت:۲۸۶)

ہر نفس کے لیے وہی مفید و مضر ہے جو اس نے خود کرلیا نیز اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے

"ليس للإنسان إلا ما سعى" (سورۂ نجم، آیت:۳۹)

انسان کے لیے نہیں ہے مگر وہ جو خود کرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ غیر کا کام اپنے لیے مفید نہیں۔

یہ غلط ہے کیونکہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان کے لیے قابل بھروسہ اور اپنی ملکیت اپنے ہی اعمال ہیں۔ نہ معلوم کی کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے اس پر تکیہ کرتے ہوئے اپنے اعمال سے غافل نہ رہے اور عمل کرتا رہے۔ یا یہ حکم حضرت ابراہیم و موسی علیہما السلام کے صحیفوں کا تھا نہ کہ اسلام کا یہاں اس کی نقل ہے۔

یا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہیں "واتبعتهم ذرّيّتهم بايمانٍ" (سورۂ طور، آیت:۲۱) یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

یاد رہے فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں اور کونڈہ وغیرہ ایصال ثواب کی قبیل سے ہیں۔

ایصال ثواب قرآن کریم کی روشنی میں:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ"

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے، میرے ماں باپ کو، اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

پھر فرمایا: "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ" (الحشر:١٠)

جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں، کہ اے ہمارے رب! ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں جو دعا کی اللہ تعالیٰ اسے یوں بیان فرمایا: "رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" (نوح:٢٨)۔

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے، اور میرے ماں باپ کو، اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے، اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے۔

ان آیات طیبہ میں بالعموم تمام مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت ہے، اور یہ بھی ایصال ثواب کی ایک صورت ہے، اسی طرح دیگر آیات مبارکہ میں بھی واضح دلیل کے طور پر موجود ہیں۔

ایصالِ ثواب حدیث مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ کی روشنی میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ "کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں، اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ اس وقت بات کرتی، تو صدقہ کرنے کو کہتی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نعم" ہاں پہنچے گا۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع أو ولد صالح يدعو له"

انسان جب فوت ہوتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، مگر 3 طرح کے اعمال پھر بھی جاری رہتے ہیں: (1) صدقہ جاریہ (2) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جارہا ہو (3) وہ نیک اولاد جو والدین کے بعد ان کے لیے دعا کرتی رہے۔

امام ابو داؤد علیہ رحمۃ والرضوان روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا جب انتقال ہوا، تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے، تو کون سا صدقہ افضل ہے جو ان کے لیے کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الماء" پانی کا صدقہ افضل ہے۔ حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا، کہ اس کا ثواب سعد کی ماں کے لیے ہے۔

ایصالِ ثواب اقوال علماء کی روشنی میں:

حضرت امام عمر نسفی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: "و في دعاء الأحياء للأموات و صدقتهم "أي: صدقته الأحياء (عنهم) أي: عن الأموات (نفع لهم) أي للأموات: (العقائد النسفیۃ، ص: ۲۶۳)

زندوں کا مردوں کے لیے دعا اور خیرات کرنا، مردوں کے لیے نفع بخش ہے۔

حضرت امام برہان الدین مرغینانی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الأصل في هذا الباب: أنَّ الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره، صلاةً أو صومًا أو صدقةً أو غيرها، عند اهل السنة و الجماعة" (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، الجزء الاول، ص 216)

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان کے لیے جائز ہے، کہ اپنے عمل کا ثواب کسی بھی مسلمان کو ہدیہ کر دے، خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا ان کے علاوہ کوئی بھی نیک عمل ہو، یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی اپنی مقبول کتاب بہاری شریعت میں لکھتے ہیں: ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کے لیے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ باعث ثواب ہے۔

حضور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد احمد رضوی فرماتے ہیں: کونڈے کی فاتحہ جائز اور باعث خیر و برکت ہے۔

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی فرماتے ہیں: کونڈے کی فاتحہ جائز اور ثواب کا کام ہے۔

کونڈے میں مندرجہ ذیل پابندیاں لگانا جہالت ہے:

1- بی بی فاطمہ کا معجزہ یہ محض من گھڑت کتاب ہے۔

2- عجیب وغریب حکایت بیان کرنا۔

3- سورج نکلنے سے پہلے فاتحہ ہونا ضروری ہے۔

4- فاتحہ کی چیز کو ادھر اُدھر نہیں بھیجا جا سکتا۔

5- حمل اور حیض والی عورت نہ کونڈے کی فاتحہ کر سکتی ہے اور نہ کھا سکتی ہے۔

6- ایک سال کر لیا تو ہر سال کرنا واجب اور فرض ہے ورنہ ایسا ایسا ہوگا۔

7- اس کے لیے مٹی کا برتن ہونا ضروری ہے۔

8- جہاں کھانا ہے وہی ہاتھ دھولنا ہے وغیرہ۔

یہ محض بے بنیاد لوگوں کی خود ساختہ عمل ہے ان خرافات پر توجہ نہ دی جائے شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

قرآن وحدیث اور اقوال علماء اہل سنت و جماعت سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ ایصال ثواب (فاتحہ، تیجہ، چالیسواں اور کونڈہ) جائز اور مستحسن عمل ہے اس لیے اہل سنت و جماعت کا موقف صاف اور اس پر مظبوطی سے عمل پیرا ہے۔

اہل اسلام اپنے اسلاف کے موقف پر مظبوط رہیں، اور جاہلوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ وما توفیق الا باللہ العلی العظیم.

اسلام میں خرید و فروخت کے طریقہ کار

محمد ارشد القادری

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ

اللہ ربّ العزّت نے اپنے بندوں کو اپنی تمام نعمتوں سے مالا مال فرمایا اور سب کی حاجتیں پوری فرمائی، جہاں عبادات کے طریقے بتاتا ہے وہیں معاملات کے متعلق بھی پوری روشنی ڈالتا ہے تاکہ زندگی کا کوئی شعبہ ادھورا اور نامکمل نہ رہے اور مسلمان کسی عمل میں احکام اسلام کے سوا کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ اپنی کتاب قرآن میں فرماتا ہے: ﴿احَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام فرمایا۔ اس آیت کریمہ سے خرید و فروخت کا ثبوت ملتا ہے اور سود کو حرام قرار دیا گیا نیز ناجائز طریقے پر مال حاصل کرنے کی بھی ممانعت فرمائی گئی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۠

ترجمہ کنزالایمان۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔

اور فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۫

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ، ہاں اگر باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

خرید و فروخت میں کم ناپ تول کرنا ناجائز و حرام ہے قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے مختلف مقامات پر اس عمل قبیح کی مذمت بیان فرمائی ہے اور اس پر سخت وعیدیں بھی سنائی ہے۔ خزائن العرفان میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہاں کے لوگ پیمانہ میں خیانت کرتے تھے بالخصوص ایک شخص ابو

جہینہ ایسا تھا جو کہ وہ دو پیمانے رکھتا تھا لینے کا اور دینے کا چنانچہ ان لوگوں کے حق میں آیتیں نازل ہوئیں اور انھیں ناپ تول میں عدل کرنے کا حکم دیا گیا ارشاد باری تعالی ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ . الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ . وَ اِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ . اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓـئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ . لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ . يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ .

ترجمہ کنزالایمان: کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔ وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں تو پورا لیں ۔اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں ۔کیا ان لوگو کو گمان نہیں کہ انھیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لیے ۔جس دن سب لوگ رَبُّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے ۔

اور اسلام میں خرید وفروخت کے طریقۂ کار میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں نرمی، سماحت، حسن سلوک اور درگزر ہونی چاہئے چوں کہ حدیث پاک کے ذریعے اس کی تائید ہوتی ہے ۔صحیح بخاری وسنن ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص خریدنے، بیچنے اور تقاضے میں نرمی کرے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے گا اسی کے مثل ترمذی، حاکم و بیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور احمد نسائی و بیہقی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (صحیح بخاری. کتاب البیوع، باب السماحۃ فی البیع. جلد ۳ الحدیث، ۲۲۰۳، ص ۳۸)

صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "زمانۂ گزشتہ میں ایک شخص کی روح قبض کرنے جب فرشتہ آیا، اس سے کہا گیا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو نے کچھ اچھا کام کیا ہے اس نے کہا میرے علم میں کوئی اچھا کام نہیں ہے اس سے کہا گیا غور کر کے بتا اس نے کہا اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بیع کرتا تھا اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا اگر مالدار بھی مہلت مانگتا تو اسے دے دیتا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا یعنی معاف کر دیتا تھا ،اللہ تعالی نے اسے جنت میں داخل فرمادیا"۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع ،باب السھولۃ والسماحۃ ،حدیث نمبر ۲۰۷٦، بحوالہ از بہار شریعت جلد دوم حصہ یازدہم)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت عقبہ بن عامر و ابو یوسف انصاری رضی اللہ عنہما سے ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

میں تجھ سے زیادہ معاف کرنے کا حقدار ہوں اے فرشتو! میرے اس بندے سے درگزر کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب فضل انظار المعسر ،ص ٢٩، حدیث ٨٤٤)

خرید و فروخت میں سماحت و نرمی کے ساتھ جھوٹ بولنے سے بھی احتراز کرنا چاہیے حدیث پاک میں تاجروں کے جھوٹ پر وعیدیں اور انھیں بدکار کہا گیا اور راست گو تاجر کو شہدا کے ساتھ شمار کیا گیا۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تاجر راست گو وامانت دار انبیا وصدیقین و شہدا کے ساتھ ہوگا جھوٹ بولنے والے تاجر قیامت کے دن فجار اٹھائے جائیں گے مگر وہ تاجر جو متقی و پرہیزگار ہو اور لوگوں کے ساتھ احسان کرے اور سچ بولے۔ (جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار)

جھوٹ بولنا اور بات بات پر جھوٹی قسمیں کھانا بالخصوص عقد بیع میں حلف کی کثرت بائع کی برکت کو ضائع کر دیتا ہے۔صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیع میں حلف کی کثرت سے پرہیز کرو اگرچہ یہ چیز کو جلد بکوا دیتا ہے مگر برکت کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب النہی عن الحلف فی البیع، الحدیث ١٣٣)

تجارت بہت عمدہ اور نفیس کام ہے مگر اکثر تاجر کذب بیانی سے کام لیتے ہیں یہاں تک کہ جھوٹی قسمیں کھالیا کرتے ہیں اسی لئے قرآن و احادیث میں جہاں تجارت کا ذکر آتا ہے ساتھ ہی ساتھ وہیں جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسمیں کھانے کی ممانعت بھی آتی ہے جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اگر تاجر اپنے مال میں برکت دیکھنا چاہے تو ان قبیح باتوں اور جھوٹی قسموں سے اجتناب کرے۔

اب شریعت کی رو سے دیکھتے ہیں کہ بیع کیا ہے اور اس کے شرائط و احکام کیا ہیں؟

اصطلاح شرع میں بیع کے معنے یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا یعنی مبادلۃ المال بالمال۔

پھر بیع کبھی قولی ہوتی ہے اور کبھی فعلی اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں مثلاً ایک شخص نے کہا میں نے بیچا اور دوسرے نے کہا میں نے خریدا اور فعل سے ہو تو چیز کا لے لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہوجاتا ہے مثلاً ترکاری وغیرہ کی گڈیاں اکثر بائع متعین ریٹ پر رکھ

دیتے ہیں اور مشتری اور بائع بغیر بولے لین دین کر لیتے ہیں ایسے بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں۔ (بہار شریعت جلد ۲ حصہ یازدہم ص ۶۱۵/۶۱۶)

صحت بیع کے لیے چند باتوں کا پایا جانا بھی ضروری ہے جو اس کے شرائط سے ہیں:

۱۔ بائع اور مشتری کا عاقل ہونا یعنی پاگل، مجنوں، نہ سمجھ بچہ نہ ہو۔

۲۔ عاقد کا متعدد ہونا۔

۳۔ ایجاب وقبول میں موافقت ہونا۔

٤۔ ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا۔

٥۔ ہر ایک کا دوسرے کے کلام کو سننا۔

٦۔ مبیع کا موجود ہونا مال متقوم ہونا مملوک ہونا، مقدور التسلیم ہونا۔

۷۔ بیع موقت نہ ہوا گر موقت ہے مثلاً اتنے دنوں کے لئے بیچا تو بیع صحیح نہیں۔

۸۔ مبیع وثمن دونوں اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع پیدا نہ ہو سکے اگر مجہول ہوں کہ نزاع ہو سکتی ہو تو بیع صحیح نہیں۔ (ایضاً)

بیع کا حکم یہ ہے کہ جب مشتری مبیع کا مالک ہو جائے اور بائع ثمن کا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بائع پر واجب ہے کہ مبیع کو مشتری کے حوالے کرے اور مشتری پر واجب کہ بائع کو ثمن دیدے۔

ایجاب وقبول کے طریقے

ایجاب وقبول کے الفاظ اردو، عربی، فارسی وغیرہ ہر زبان کے ہو سکتے ہیں دونوں کے الفاظ ماضی ہوں جیسے خریدا، بیچا یا دونوں حال ہوں جیسے خریدتا ہوں، بیچتا ہوں یا ایک ماضی اور ایک حال ہو مثلاً ایک نے کہا بیچتا ہوں دوسرے نے کہا خریدا اور مستقبل کے صیغہ سے بیع نہیں ہو سکتی ہے دونوں کے لفظ مستقبل کے ہوں یا ایک کا مثلاً خریدوں گا، بیچوں گا کہ مستقبل کا لفظ آئندہ عقد صادر کرنے کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے فی الحال عقد کا اثبات نہیں کرتا۔ (الدر المختار، کتاب البیوع، جلد ۷ ص ۲۳ و بہار شریعت، جلد ۲ خرید وفروخت کا بیان، ص ۶۱۸)

لہٰذا تمام تجار کو چاہیے کہ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئیں اور خرید وفروخت کے مسائل جانیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

''القلم ڈیجیٹل اکیڈمی''

تعلیم اسلام کی بنیادی ضرورت ہے۔تعلیم کی وجہ سے ہی انسان تمام مخلوق میں ممتاز ہوتا ہے۔لیکن آج کے اس پرفتن دور میں جہاں انسان بہت سی مشکلات کا سامنا کر رہا ہے۔ان میں تعلیم کا صحیح نہ مل پانا بھی ہے۔ اس لیے سہ ماہی القلم کی ادارتی ٹیم کی جانب سے ''القلم ڈیجیٹل اکیڈمی'' شروع کی جارہی ہے۔جس میں دورِحاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیم کا بہترین انتظام کیا گیا ہے۔اکیڈمی کی جانب سے مضمون نگاری کورس صحافت کورس، رائٹنگ پلان کورس وغیرہ کروائے جائیں گے۔تحقیق وتصنیف کے متعلق بہت ساری چیزیں سکھائی جائیں گی۔

حضرت مفتی محمد عادل ماتریدی ازہری،مولانا ارقم رضا ازہری، مفتی عادل حمزہ ازہری،مولانا قاسم القادری ازہری،اورمولانا حسنین ازہری اس اکیڈمی کے بانیان ہیں،ان حضرات کی زیر نگرانی کتابت وقلم سے متعلق بہت سے کورس القلم ڈیجیٹل اکیڈمی میں کروائے جائیں گے،تحقیق وتصنیف،ترتیب وتالیف اورطباعت وغیرہ کے کام بھی اکیڈمی کے ذریعہ کروائے جائیں گے ان شاء اللہ العزیز۔

اللہ کریم اس اکیڈمی کو ترقی عطافرمائے اوراہل سنت کے جملہ قلم کاران کو دین متین کی خوب خدمت کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

منجانب:القلم ادارتی ٹیم

''مضمون نگاری اور صحافت کورس''

کسی بھی دور میں قلم کاری کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ قلم کی طاقت سے تبدیلی ممکن ہے ہر زمانہ قلم کاری کا دور رہا ہے۔ جن کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے وہی لوگ بلند منازل طے کرتے ہیں۔ اسی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اہلِ سنت مدارس کے لیے ''القلم ڈیجیٹل اکیڈمی'' کی جانب سے مضمون نگاری کورس کروایا جائے گا۔ اس کورس کی اہمیت آپ آنے والے صفحات کو پڑھ کر بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اس کورس میں سیٹیں محدود ہیں۔ سیٹیں پوری ہونے پر داخلہ نہیں لیا جائے گا۔

جن صاحبان کو شوق ہو، وہ حضرات ہم سے رابطہ کریں۔

واٹسیپ:

9760372653

9761611137

القلم کی جانب سے ہونے والے مضمون نگاری کورس میں شرکت کرنے والے بعض طلبہ وطالبات کے تاثرات

(۱)

ابلاغ وتشہیر کے ذرائع میں تحریر کو ایک عمدہ مقام حاصل ہے۔ جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتے جا رہا ہے، ان ذرائع میں اضافہ بھی ہوتا جا رہا ہے۔ مگر تحریر کا آلہ جتنا ہی قدیم ہے اتنا ہی کارآمد۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے علمائے کرام نے اسے اختیار کیا اور اس کے ذریعے اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی۔

ماضی قریب میں جب رسائل وجرائد کا وجود ہوا تو ہر کسی نے اسے اپنا ترجمان اختیار کیا۔ مدارس، خانقاہیں، دینی مراکز کے ساتھ ساتھ فردی کوشش سے بھی رسائل جاری ہوئے۔ مگر ان میں رسائل وجرائد میں لکھنے والوں کی اکثریت علما کی ہوتی تھی اور کوئی ایسا مجلہ نظر نہیں آتا جو خالص طلبۂ مدارس اہلسنت کی ترجمانی کرتا ہو۔ خدا سلامت رکھے حضرت مولانا محمد ارقم رضا ازہری صاحب کو کہ انھوں نے اس جانب پہل کی اور القلم نامی سہ ماہی کا اجرا کیا۔

ابھی یہ سلسلہ زور وشور سے چل ہی رہا تھا کہ پھر انہیں محسوس ہوا کہ طلبہ کو مضمون نگاری بھی سکھائی جائے تو انھوں نے "القلم مضمون نگاری کورس" کا آغاز کیا جس میں وہ اور حضرت مولانا محمد عادل ماتریدی ازہری صاحب اساتذہ کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ میں اس کورس خود شامل ہوں اور ذاتی تجربہ یہ ہے کہ کافی حد تک فائدہ ہوا۔ مولی تعالی سے دعا ہے کہ یہ سلسلہ دراز ہو اور اس کے منتظمین باسلامت رہیں۔

محمد شمس العارفین گنجریاوی

۸ / دسمبر ۲۰۲۳ء

(۲)

الحمد للہ! مضمون نگاری کورس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا، مضمون نگاری کورس سے پہلے "سہ ماہی القلم" سے شائع ہونے والے مضامین کو دیکھ کر دل میں یہ خواہش ہوتی تھی کاش! میں بھی اس طرح مضمون لکھتا لیکن جب "القلم

مضمون نگاری کورس"میں داخلہ لیا تو تو آج تحدیث نعمت کے طور پر اتنا کہ سکتا ہوں کہ مضمون نگاری کورس مکمل کرنے کے بعد اب کسی بھی موضوع پر لکھ سکتا ہوں۔

اس کورس میں ہر طرز تحریر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کو منزل مقصود کی طرف بڑھایا جاتا ہے۔

اس کورس کی کچھ باتیں بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ بہت کم دن کا یہ کورس ہے۔لیکن اتنے کم وقت میں بھی ہر طرح سے مضمون لکھنا لکھانا سکھایا جاتا ہے۔اس کورس میں جو منہج تعلیم ہے،اس کو بالکل جدید تقاضوں کے مطابق رکھا گیا ہے۔(0) زیرو لیول سے شروعات ہوتی ہے۔اور چار(۴) لیول تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور ہر لیول کے تحت مختلف طریقہ کار سے مشق کروائی جاتی ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ صوتی(آڈیو ریکارڈنگ کے ذریعہ) سبق کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔تاکی طلبہ کے اندر پڑھ کر،سن کر،مشاہدہ کے ذریعہ ہر طریقے سے مضمون لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔مع اس کے اداریہ،انٹرویو،مقالہ،کالم۔گویا کہ ہر صنف تحریر کو زیر نصاب رکھا گیا ہے۔اس کورس میں مطالعہ کرنے کا طریقہ،لکھنے کا گویا کہ مکمل نصاب حیات آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔اس کورس کی ایک خاص بات یہ یہ ہے کہ اساتذہ کرام کا انداز تدریس بہت ہی عمدہ ہے،اور ساتھ ہی ساتھ ہر درس میں حوصلہ افزائی کا انداز قابل سماعت ہوتا ہے۔میں یہ سمجھتا ہوں کتنا بھی کند ذہن طالب علم اس کورس میں اگر داخلہ لے تو یہاں اسے ایسے اساتذہ کی رہنمائی حاصل ہوگی کہ چند دن کے اندر اسے ایسا رنگ چڑھ جائے گا کہ وہ خود بھی حیرت و استعجاب کرنے لگے گا۔مضمون نگاری کورس کروانے والے اساتذہ(حضرت مولانا ارقم رضا ازہری،حضرت مفتی محمد عادل رضا ازہری صاحبان) کرام کا منقطع النظیر طریقہ تدریس کے ساتھ ساتھ طلبہ کے ساتھ شفیقانہ رویہ قابل تعریف ہے۔ میں جب بھی اساتذہ کرام کی طرف رجوع کرتا تو اپنی تمام تر مصروفیات کو یک طرف رکھتے ہوئے فقیر قادری کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں اللہ تبارک و تعالی دونوں حضرات کو عمر خضر عطا فرمائے اور اس کورس کو ہمیشہ یوں جاری و ساری رکھے تاکہ طلبہ علوم نبویہ اس سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

محمد ذاکر
جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۳)

ابتداء میرا رجحان لکھنے کی طرف بلکل بھی نہیں تھا، لیکن کچھ دن بعد میں نے اپنے دوستوں کی تحریروں کو پڑھا اور ان سے کافی متاثر ہوا اور معلوم کیا کہ کہاں سے اتنا سیکھا آپ نے؟ جو اتنا اچھا لکھتے ہیں آپ سب۔ ان سبھوں نے اس گروپ (القلم) کے بارے میں بتایا، یہ سب معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے حضرت علامہ عادل صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے رابطہ کیا تو آپ نے کرم نوازی کی اور اس میں شامل کرلیا۔ پھر اس میں مکمل رہنمائی بھی ہوتی رہی یعنی کہ جس چیز پر ہمیں لکھنا ہے پہلے اس کے تعلق سے سب کچھ تفصیلاً و مختصراً بتایا جاتا ہے، پھر لکھنے کو بولا جاتا ہے۔ اتنا اچھا طریقہ میں نے کہیں اور کسی گروپ میں نہیں دیکھا جو بلکل فری میں اس قدر جزبے اور محنت و لگن سے پڑھاتا ہو۔ یہ بندہ احقر کتابت کے میدان میں بلکل نحیف و ناتواں تھا لیکن اس میں شامل ہونے کے بعد الحمدللہ ثم الحمدللہ بہت کچھ لکھنے پڑھنے اور سیکھنے کو ملا۔ ان سب کا ثمرہ حضرت علامہ عادل ماتریدی کو جاتا ہے کہ جو بلکل ناتواں تھا لیکن الحمدللہ آج اتنی استطاعت رکھتا کہ بہت سارے موضوعات کے پر قلم چلاسکتا ہے۔ میں صمیم قلب سے اپنے تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں مجھے کتابت کے میدان میں اس لائق بنایا خاکہ بندی مطالعہ کا طریقہ یہ سب بتایا۔

مولا کریم سے دعا گو ہوں کہ مولا تو ہمارے اساتذہ کو عمر خضر عطا فرما اور انکے علم و عمل میں بے پناہ برکتیں و سعتیں رحمتیں نازل فرما۔ آمین

جلال الدین عزیزی

(۴)

نشر و اشاعت کے جتنے بھی ذرائع و ابلاغ جو قدیم و جدید دور میں رونما ہوئے ان میں قلمکاری کا ایک اہم کردار رہا ہے اور میدانِ عمل میں انتہائی موثر بھی ثابت ہوا۔

کثیر تعداد میں علما و مشائخ اور صحافیوں نے قلم کو اپنے اظہارِ مافی الضمیر کا مضبوط آلہ گردانا۔ ایک عالم کو اپنی فکری و نظری صلاحیتی معلومات سے بحرور فرمایا۔ مگر جوں جوں لوگ کتب و رسائل اور جرائد بینی کی دنیا سے شوشل میڈیا کی جانب مائل و منتقل ہوتے چلے گئے تبھی سے پڑھنے لکھنے کا رواج کم ہوتا گیا اور قلمکاروں کی صف میں گراں

قدر خسارا ہوا۔ مزید ایامِ حاضرہ کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ نکل کر یہ سامنے آتا ہے کہ 50 سے زائد مدارس و جامعات کے باوجود قلمکاروں کی تعداد گنی چنی ملتی ہے، طلبا میں پڑھنے کا تو ذوق و شوق ایک حد تک ملتا ہے پر لکھنے کا شاذ و نادر۔

ایسے ماحول میں طلبائے مدارس و جامعات کو ضرورت تھی ایک مضبوط پلیٹ فارم کی، جہاں وسیع الظرف و ماہر اساتذہ کی رہنمائی میں قلمکاری کی ذمہ داری کا عظیم بیڑا اٹھایا جا سکے۔ اور بحسن و خوبی کاغذ و قلم کے استعمال پر مشق و ممارست کے ذریعے قدرت حاصل کی جا سکے۔

الحمد اللہ ثم الحمد للہ ہمارے عزیز مولانا عادل ماتریدی ازہری صاحب اور مولانا ارقم ازہری صاحب نے اس ضرورت کو پوری کرنے کے لیے ''شمارہ سہ ماہی القلم'' کے تحت مضمون نگاری کورس کا آغاز فرمایا، خدائے وحدہ لاشریک کے فضل و کرم سے اس سفر میں کافی طلبہ و طالبات شریک ہو کر اپنی تشنہ لبی کو بجھا رہے ہیں۔ انہیں میں یہ فقیر بھی شامل ہے، اس سے قبل جو کاغذ و قلم کے استعمال سے نابلد و عاری تھا آج آپ اس کے قلم سے نکلے کلمات ملاحظہ فرما رہے ہیں، یہ سب اساتذہ کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔

اللہ ہمارے دونوں استادوں کو سلامت با کرامت رکھے، توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد آزاد بن إحسان الاویسي

متعلم: جامعۃ مرکز الثقافۃ السنیۃ

(۵)

مجھے جب پہلی بار حضرت مولانا ارقم ازہری اور حضرت مولانا عادل ازہری الماتریدی کے ماتحت چلنے والا مضمون نگاری کورس بنام القلم کا پتہ چلا تو میں نے کچھ دھیان نہ دیا۔ کئی مہینے یونہی گزر گئے۔ پھر جب میں نے اس کے نصاب، تعلیم و تعلم کے طریقے اور ان دونوں حضرات کی مشفقانہ رہنمائی پر گہری نظر ڈالی تو مجھے حیرت کا نہایت خوشگوار جھٹکا لگا۔ یہ میرے لیے بلکل ہی نئی بات تھی۔ میں تو اس القلم کو فن تحریر کا ایک چھوٹی سی نہر سمجھ رہا تھا لیکن یہ تو اپنے اندر خط و کتابت کا ایک چھلکتا ہوا سمندر سمو رکھے ہوئے ہے۔

آپ یقین جانیں کہ میری حالت اس القلم میں داخلہ لینے سے قبل مضمون نگاری کے تعلق سے بہت ہی بری

تھی۔دلکش انداز میں آدھا صفحہ لکھنے پر بھی قادر نہیں تھا۔اور اگر ایڑی چوٹی کی طاقت لگا کر کچھ لکھ بھی لیتا تو اس کو دوسرے کے سامنے پیش کرنے میں نہایت ہی ہچکچاہٹ اور شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔یہ سوچ کر کہ نہ جانے کتنی ساری غلطیاں ہوئیں ہونگی۔

لیکن جب القلم میں میرا داخلہ ہوا۔اور اس میں ہر آنے والے سبق کو اساتذہ کرام کے بتائے ہوئے قواعد و ضوابط کی روشنی میں سمجھ کر مستقل مزاجی کے ساتھ لکھتا رہا اور اساتذہ کرام مشفقانہ انداز میں غلطیوں پر اصلاح بھی فرماتے رہے،تو بحمدہ تعالیٰ صرف چالیس دن کے اندر اپنے آپ میں خود مختاری کا میدان وسیع سے وسیع تر محسوس کر رہا ہوں اور کافی حد تک میرے قلم میں روانگی بھی آچکی ہے۔اور اللہ کے فضل سے مستقل مضمون لکھنے کی استطاعت بھی پیدا ہو چکی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ مضمون نگاری (القلم) میرے لیے بہت ہی فائدہ مند ثابت رہا۔اور اس کورس کی روح رواں حضرت مولانا ارقم ازہری اور حضرت مولانا عادل ازہری نے اس کو نفع بخش اور دلچسپ بنانے کے لیے بے حد کوششیں کیں جس کے لیے وہ تمام شرکا کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

غلام حیدر قادری

متعلم: جامعۃ مرکز الثقافۃ السنیۃ

(٦)

الحمد للہ "مضمون نگاری القلم" کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اور اس کورس میں مجھے وہ خزانہ ہاتھ لگا جس کو اس مختصر تحریر میں بیان کرنا بعید از ممکن ہے۔

یہ کورس ماہرین قرطاس وقلم،صوتی اسباق،تحریری اسباق اور لائیو کے ذریعے کراتے ہیں۔اس کورس کو مکمل کرنے کے بعد سرٹیفکیٹ سے بھی نوازا جاتا ہے،جس کے ذریعہ کہیں بھی رہ کر صحافت بلکہ تحریر کے کسی بھی میدان میں خدمتِ خلق کیا جاسکتا ہے۔

بفضلہ تعالیٰ،بڑی دلچسپی اور سہولت کے ساتھ عنقریب کورس کی تکمیل ہونے والی ہے۔

ربّ کریم ’’القلم‘‘ کے منتظمین کے خلوص وللہیت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مشاہد رضا اسلام پوری

(۷)

یہ تقاضہ بشریہ ہے کہ ہر قلب انسانی کچھ نہ کچھ خواہشات کی آماجگاہ بنا ہوتا ہے، یہ امر ناقابل انکار ہے۔ سو ہم بھی اپنے دل میں ایک ایسی خواہش زمانے سے لیے پھرتے رہے، جس کی تکمیل کے لیے ہم نے حتی المقدور مشق وممارست کی، دل میں لگی اس آنگ کی کو بجھانے کے لیے طرح طرح سے آب پاشی کی، مگر مایوسی ہی ہاتھ آتی رہی۔ ہم اسی حالت کرب میں تھے کہ ’’سہ ماہی القلم‘‘ (جو کہ طلبہ مدارس اہل سنت کا دینی وعلمی ترجمان ہے) کے تیسرے شمارے میں ایک اعلان شائع ہوتا ہے کہ ادارتی ٹیم کے ذریعے فن مضمون نگاری سیکھنے والے شائقین کو مضمون نگاری سکھایا جائے گا۔ جیسے ہی ہم نے یہ اعلان پڑھا، دل کے سوئے ہوئے اس ارمان نے انگڑائی لینی شروع کر دی اور بجھتی ہوئی آنگ پھر بھڑک اٹھی، مانوں پیاسے کو کوئین کا پتا مل گیا۔ ہم نے ٹھان لی کہ اب مضمون نگاری سیکھ کر دم لیں گے۔ سو داخلہ لیا اور کام پر لگ گئے۔

بفضلہ تعالیٰ اس کورس سے اتنا فائدہ ہوا کہ ہماری دیرینہ خواہش پوری ہوگئی اور قلم میں ایسی روانی آئی کہ جس عنوان پر، جس اسلوب میں لکھنے کا عزم کریں تو ’’اوراق‘‘ کالے پڑ جاتے ہیں۔ یہ سب اللہ کریم کا فضل ہے اور اساتذہ کی تربیت اور محنت کا ثمرہ، جو ہر جہت سے راہنمائی کرتے ہیں، ہر ہر سبق پر اپنے مشفقانہ اور مربیانہ انداز اصلاح سے ہم ننھے پودوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ اللہ انہیں عمر خضر عطا کرے۔ آمین۔

محمد مصطفیٰ رضا قادری

(۸)

میدان ابلاغ وترسیل میں ’’قلم‘‘ کی اہمیت وافادیت محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ ہر زمانے میں یکساں مسلم رہی ہے۔ آج کے اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں مختلف ذرائع ابلاغ وترسیل موجود ہیں جن میں بعض کی برق رفتاری کا حال یہ ہے کہ محض چند سیکینڈ میں پوری دنیا کے اندر اپنے پیغام کو پہنچا دیتے ہیں مگر اس کے باوجود قلم کی شہنشاہی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تقریر و خطابت اور صوتی ذرائع ابلاغ و ترسیل کی اثر اندازی سے کسی کو انکار نہیں مگر اس کا دائرۂ حیات محدود ہے، محدود وقت کے لیے ہی اس کا نقش سامع کے ذہن میں چھپتا ہے، پھر محو ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے مقابل قلم کی زندگی میں غیر معمولی وسعت ہے یہ دیرپا نقش چھوڑتا ہے یہ اپنے ساتھ ساتھ خود سے منسلک ہونے والے کو بھی زندہ و جاوید رکھتا ہے۔

عرصۂ دراز سے طلبائے اہل سنت کسی ایسے پلٹ فارم کے منتظر و متلاشی تھے جہاں جمع ہو کر وہ اپنے خوابوں کا شیش محل تیار کر سکیں اور میدان تحریر میں جادہ پیمائی کر سکیں۔ بحمدہ تعالیٰ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور مارہرہ مطہرہ کے آقاؤں کی سیادت و قیادت کے پرسکون سائے تلے ''القلم'' نامی سہ ماہی ڈیجیٹل رسالے کی داغ بیل ڈال دی گئی، جس کا مقصد وحید اور نصب العین طلبا کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنا، ان کی دینی، علمی اور فکری استعداد میں نکھار پیدا کرنا، ان کے تحریری ذوق کو جلا بخشنا اور ان کی قلمی لیاقت کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ ننھا سا پودا بڑی قلیل مدت میں تناور درخت میں تبدیل ہو گیا ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مدارس اہل سنت کے کثیر طلبا کا ایک نورانی قافلہ اس کے سایہ میں رہ کر اپنی منزل کی جانب تیزی رواں دواں ہے۔

اتنی قلیل مدت میں ایسی پذیرائی اور مقبولیت حاصل والا کوئی بھی رسالہ میرے ناقص علم میں نہیں ہے، بلاشبہ یہ مارہرہ مطہرہ کے آقاؤں کی خصوصی عنایتوں کا صدقہ ہے اور ادارتی ٹیم کی بے پناہ محنتوں کا ثمرہ ہے۔

القلم کا دائرۂ کار صرف مضامین کی اشاعت تک محدود نہیں ہے بلکہ طلبا کی دینی تعلیم و تربیت کے مختلف موضوعات پر دروس اور لیکچرز کا بھی اہتمام ہوتا ہے اور ساتھ ہی طلبا کے اندر تحریری ذوق پیدا کرنے کے لیے ماہر اور کہنہ مشق اساتذہ کی زیر نگرانی مضمون نگاری کا کورس بھی کرایا جاتا ہے۔ تاکہ طلبائے اہل سنت اس میدان میں بھی پیش پیش رہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور اس کی ادارتی ٹیم کے علم و عمل میں برکتوں کا نزول فرمائے اور ان کی محنتوں کو بارآور فرمائے۔ آمین

محمد حامد رضا

(۹)

القلم مضمون نگاری کورس بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، خاص طور پر خواتین کے لیے؛ کیونکہ ہم نے شدت سے محسوس کیا ہے کہ مرد حضرات کے ساتھ ساتھ ہم خواتین کو بھی تحریری میدان میں اترنے کی ضرورت ہے۔

یوں تو اس کورس میں بہت سے فوائد ہیں لیکن چند ضروری فائدے یہ ہیں کہ ہم دین کی خدمت کر سکتے ہیں، لوگوں کو حق کا راستہ دیکھا سکتے ہیں، اپنے حقوق کے لیے لڑ سکتے ہیں، آنے والی نسلوں کے لیے دین کی باتیں بذریعہ تحریر سونپ سکتے ہیں۔ اداس، غمگین، بے سہاروں کو چند تسلی کے الفاظ تھما سکتے ہیں۔

مجھے بچپن سے ہرگز معلوم نہ تھا کہ میں الفاظ لکھ سکتی ہوں، میں صرف الفاظ پڑھا کرتی تھی، سوشل میڈیا استعمال کرنے سے پہلے انقلاب پیپر پڑھا کرتی تھی، انقلاب پیپر کے تمام صفحات کو بالائے طاق رکھ کر میگزین صفحہ کو پڑھا کرتی تھی، دھیرے دھیرے سوشل میڈیا استعمال کرنے لگی وہاں سے تحاریر پڑھنے لگی۔

فراغت کے بعد القلم مضمون نگاری اسپیشل کورس میں ایڈمیشن لیکر میں نے بھی الفاظ لکھنا شروع کییے۔ تحریر کا سلسلہ شروع کیا، میرا لطف الفاظ میں تھا۔ مجھے بچپن سے ہرگز معلوم نہ تھا کہ میں الفاظ لکھ سکتی ہوں۔ اُس وقت میں الفاظ پڑھا کرتی تھی۔ ان کے معانی گہرائی میں جایا کرتی تھی۔ میں نئے الفاظ سیکھا کرتی تھی۔ میں نئے الفاظ بولنے کی کوشش کرتی تھی۔ مجھے نئے الفاظ سیکھنے کا شوق تھا۔ پہلے بھی اور آج بھی۔ مجھے الفاظ لطف دیتے تھے۔ مجھے الفاظ کے گہرے معانی جان کے مزا آتا تھا۔ الفاظ دنیا بناتے ہیں۔ الفاظ دنیا بگاڑتے ہیں۔ الفاظ مجھے انرجی دیتے تھے۔ اس انرجی نے مجھے ایک راستہ دکھایا۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں ان الفاظ کو جوڑ جوڑ کے کچھ بنا سکتی ہوں۔ میں لوگوں کو ہمت اور امید کے الفاظ تھما سکتی ہوں۔ آہستہ آہستہ مجھے احساس ہوا کہ کس طرح کے الفاظ طاقت رکھتے ہیں۔ وہ جو سادہ ہوں۔ جن سے ریلیٹ کیا جا سکے۔ جو سیدھے دل سے نکلے ہوں دل تک پہنچے کبھی کبھی میرے جملے کافی زیادہ سخت بھی ہو جایا کرتے تھے آج بھی ہو جایا کرتے ہیں (اللہ نرمی پیدا کرے میرے جملوں میں) آمین۔ مگر کبھی نہیں سوچا میں نے کہ میں الفاظ لکھ سکتی ہوں جب مضمون نگاری کورس میں ایڈمیشن لیا اس وقت بہت بھاری لگتا تھا واقعی ایسا لگتا تھا کہ میں ہرگز کبھی بھی نہیں لکھ سکتی مگر روزانہ کے سبق لکھ کر گروپ میں ارسال کرتی رہی اس امید پر کہ منزل نہ بھی ملی تو کوئی بات نہیں مگر ہم کوشش بھی نہ کریں تو یہ غلط بات ہے۔

میں القلم ادارتی ٹیم کی بہت شکر گزار ہوں جہاں سے میں نے احساس کو لفظوں میں بیان کرنے کا ہنر سیکھا؛ الفاظ کو ورق پر اتارنے کا ہنر سیکھا؛ دین کی خدمت بذریعہ تحریر کرنے کا موقع ملا۔ رب قدیر استاذ محترم مولانا عادل ازہری صاحب۔ مولانا ارقم رضا نوریا زہری صاحب کو اس کورس کے سبب بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

ذکری امجدی واسطی

(١٠)

صفحۂ کاغذ پہ جب موتی لٹاتا ہے قلم　　　ندرت وافکار کے جوہر دکھاتا ہے قلم

زبان وقلم کی اہمیت اور ضرورت ہر زمانہ میں مسلم و مستحکم رہی ہے، تحریر سے قوم زندہ رہتی ہے، تحریر قوم کی ترقی اور بلندی کا بہت اہم سبب ہے، جس قوم کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے وہی بلندیوں کے منازل کو طے کرتی ہے اور جو قوم قلم چھوڑ دیتی ہے تاریخ سے اسے نسیا منسیا کر دیا جاتا ہے۔

قلم ہی کے ذریعہ ماضی کی داستان صفحۂ قرطاس پر محفوظ رہتی ہے، قلم اعدائے دین اور اسلام کے مخالفین کو منھ توڑ جواب دینے کا موثر ہتھیار ہے۔ قلم کی طاقت کے سامنے تلوار اور بازو کی طاقت کمتر بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ آج دور جدید میں تو اس کی ضرورت زیادہ نظر آتی ہے، کہ نت نئے ہونے والے فتنہ، فساد، دین پر حملے، شان نبی میں گستاخی، ان سب کا دفاع کرنا بذریعہ قلم ہم پر ضروری ولازمی ہوگیا ہے۔ پہلے کے زمانے میں جہاد بالسیف کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کی جاتی تھی لیکن اب دور ہے قلم کا جس کے ہاتھ میں قلم ہے اسی کی حکمرانی ہے۔ اسی کا زور ہے۔ دنیا اسی کے آگے خم ہے۔ اسی لیے اب جہاد بالسیف نہیں بلکہ جہاد بالقلم کی ضرورت ہے۔

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے القلم سہ ماہی ٹیم کی جانب سے مرد حضرات، اور خواتین دونوں کے لئے مضمون نگاری کورس رکھا گیا ہے، جس میں مجھ ناچیز نے بھی حصہ لیا۔ اور الحمدللہ یہ کورس نفع بخش اور فائدہ مند ثابت ہوا۔ اور اساتذہ جناب مولانا ارقم رضا ازہری اور جناب عادل رضا ازہری صاحب وغیرہ نے بہت محنت وریاضت سے انفرادی اور اجتماعی توجہ دی، اور ہر ایک کی تحریر میں کمی، کوتاہی، خامی پر خاص توجہ مرکوز کر کے ان کو دور کرنے کی کوشش کی، پھر سب کو جذبہ حوصلہ استقامت واستحکام پر ابھارا۔

اس طرح سے اس کورس کا ہر طالب علم الحمدللہ مضمون نگاری میں کافی کامیاب ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ ان

حضرات کی کاوش نے ہم جیسوں کی فکر کو سطح زمین سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ مجھ ناچیز کو کچھ لکھنا نہیں آتا تھا الحمدللہ اس کورس کے ذریعہ کچھ نا کچھ لکھنے کی کوشش کر لیتی ہوں۔ اور اب ہمیشہ تلاش میں رہتی ہوں کہ جب بھی تھوڑا موقع ملتا ہے کچھ نہ کچھ لکھ لیتی ہوں۔

میں پھر سے ان حضرات کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ان کی رات دن کی مساعی جمیلہ اور دعاؤں کی وجہ سے میں یہ تحریر لکھ پائی۔ اور میں اپنے حضرت نور سعید مرکزی اشرفی کو بھی فراموش نہیں کر سکتی کیوں نہ صرف اُنہوں نے مجھے پڑھنے کی اجازت دی بلکہ گاہے بگاہے رہنمائی بھی فرماتے رہی اللہ تعالی ان حضرات کو دارین میں بہتر صلہ عطا فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین

رضاء الفاطمہ

(۱۱)

الحمدللہ آنلائن مضمون نگاری کورس میں داخل ہوئے ابھی ایک مہینہ اور چند دن ہی گزرے ہیں۔ ان دنوں میں ہم لوگوں نے بہت کچھ سیکھا، ہمیں لکھنے بھی دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی میں پڑھنے کو بھی دیا جاتا ہے۔ اس طرح مطالعہ بھی ہو جاتا ہے اور مشق بھی۔

ہم نے تحریر میں کافی کچھ سیکھا ہے، چھوٹی چھوٹی تحریریں بھی لکھی ہیں، اور ان شاء اللہ جلد ہی بڑی تحریر بھی حضرت لکھوائیں گے۔ ہمیں ہر طرح سے مشق کرائی گئی ہے، جیسے فوٹو دیکھ کر تحریر لکھنا، پڑھ کر تحریر لکھنا، آڈیو سُن کر تحریر لکھنا، ویڈیو دیکھ کر تحریر لکھنا وغیرہ۔ الحمد للہ عزوجل چند دنوں میں ہی ہمارے قلم میں کافی روانی آگئی۔ ہم قرآن و حدیث کی دلیل کے ساتھ تحریر لکھ سکتے ہیں۔

المختصر یہ کہ ہمیں دین کی خدمات کے لیے ہر طرح سے تیار کیا جا رہا ہے تا کہ ہم قلم کے ذریعہ اپنے دین اور مسلمانوں کی خدمات سر انجام دے سکیں۔ اور ابھی بھی ہماری پڑھائی جاری ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے، ہمیں بھی اپنے دین کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلمہ فاطمہ رضویہ

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ عزوجل! ہمیں اس مضمون نگاری کے کورس سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں جن میں سے چند بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مضمون نگاری کورس سے قبل جو ہم لکھنا جانتے تھے وہ فقط کتب سے دیکھ کر لکھنا یا کتاب سے کچھ چیزیں یاد کر کے لکھنا، باقی اس کے علاوہ مزید اپنی طرف سے لکھنا یہ سب معلوم نہیں تھا۔

اور اب مضمون نگاری کورس کرنے سے یہ ہنر پیدا ہوا ہے کہ اب کسی مشاہدہ کو بیان کر سکتے ہیں، یا کسی سفر نامے کو بیان کر سکتے ہیں، یا پھر کسی نے اپنے بارے میں بتایا تو ہم اس کے الفاظ، اور احساسات کی دنیا کو لفظی جامہ پہنا سکتے ہیں۔ اور مزید ہم نے یہ بھی سیکھا کس طرح سے کسی کا انٹرویو لیا جاتا ہے، اس کو الفاظ کی ترتیب کیسے دی جاتی ہے، اسی طرح ویڈیو ہو یا اور آڈیو سن کر بھی لکھنا سیکھا۔ اور مزید یہ بھی فائدہ حاصل ہوا کہ ہم اپنے کیئے ہوئے مطالعے کو اپنے الفاظ میں کس طرح بیان کر سکتے ہیں، یا کسی ہم نے کسی بڑی شخصیت کو دیکھا تو ہم ان کے اوصاف و عادات و اطوار کو خوبصورت مناظر کے ساتھ کیسے بیان کر سکتے ہیں۔

غرضیکہ ہم نے اس مضمون نگاری کے کورس سے ہر طرح لکھنا سیکھا، چاہیے وہ کسی کی آواز ہو، اس کو سن کر، چاہے وہ کوئی مشاہدہ ہو، چاہیے وہ کوئی نظارہ ہو، چاہے دلی جزبات ہوں، چاہیے قصہ ہو، چاہے وہ کوئی کہانی ہو چاہے معاشرے کے حالات ہوں، چاہے وہ کسی پر ظلم ڈھائے جانے والے حالات ہوں، چاہے وہ کوئی عظیم ہستیاں ہوں۔ اور یہ بھی فائدہ ہوا کہ مطالعہ کی عادت بھی ہوگئی اور قوت حافظہ بھی مضبوط ہونے لگا ہے۔ الحمد للہ: ہر طرح سے ہم نے اپنے اساتذہ کی مدد کے ذریعے اپنے قلم کو چلانے کا ہنر اس مضمون نگاری کے کورس سے سیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ اکرام کو سلامت رکھے۔ آمین

زینب نوری احمدی

(۱۳)

الحمدللہ! "سہ ماہی القلم" کا اس بار چھٹا شمارہ بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے، یہ رسالہ اپنی نوعیت کا منفرد و بے مثل رسالہ ہے۔ اس رسالے میں مدارس کے ہونہار طلبا و طالبات اپنے قلم کی طاقت سے دینی، ادبی، علمی، اخلاقی اور سماجی مضامین لکھتے ہیں۔

مضمون نگاری کورس: القلم کی جانب سے مرد و خواتین کا علیحدہ علیحدہ سوشل میڈیا پر گروپ بنا کر باقاعدہ مضمون نگاری کورس کا آغاز کیا گیا، تاکہ طلبا و طالبات اس میں شرکت کر کے مضامین لکھنے کے قواعد و اصول اور ضروری باتوں سے آشنا ہو جائیں۔ الحمدللہ ناچیز نے بھی اس کورس میں شرکت کی، ماشاءاللہ یہ بہت عمدہ کورس ہے جس کی مدح الفاظ میں مکمل بیان نہیں کر سکتی، کیوں کہ جس عمدہ انداز سے یہ سکھایا جا رہا ہے وہ بے حد اعلی ہے۔

اساتذہ کرام کا انداز تعلم: اس کورس کو سکھانے والے اساتذہ حضرات کا سکھانے کا انداز منفرد و ممتاز ہے، طالبات کے اسباق پر تبصرہ نہایت شفقت و محبت کے ساتھ اعلی انداز میں فرمایا جاتا ہے، غلطی پر توجہ بھی اس انداز میں دلائی جاتی ہے کہ طالبہ خود کو کمتر محسوس نہیں کرتیں۔ اور ایک خاص خوبی یہ کہ تمام شرکائے کورس کی کامیابی کی جانب قدم بڑھانے کو خوب حوصلہ افزائی بھی فرمائی جاتی ہے۔

اس کورس سے حاصل شدہ فوائد: اس کورس کے ذریعے میں نے سب سے پہلے وقت کی قدر کو سمجھ کر اپنے اوقات کو بھی عمدہ انداز میں صرف کرنے کا فائدہ حاصل کیا تحریر کے قواعد و ضوابط کے مطابق مضمون لکھنے کا سلیقہ سمجھ آیا اور عوام تک اپنا پیغام پہنچانے کا عظیم سرمایہ ہاتھ لگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے ک اس" سہ ماہی القلم ٹیم" کو اپنے نیک مقاصد میں کامیاب فرما کر دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

ام نور رضویہ

(۱۴)

ماشاءاللہ "القلم مضمون نگاری کورس" کو اپنی امیدوں سے بڑھ چڑھ کر پایا اور بہت عمدہ پایا، اس کورس نے ہمارے اندر مافی الضمیر کو کاغذ پر اتارنا، مطالعہ کی عادت پختہ ہونا، مشاہدات کو لفظوں میں بیان کی صلاحیت، خود

اعتمادی، احساس کمتری کے شکار سے محفوظ، تحقیقی مہارتیں ،علم کی پختگی، منتخب موضوع میں مزید آگاہی ، جیسی اعلی عادات کا ملکہ پیدا کیا۔

ویسے تو اا کورس کے بے شمار فوائد ہیں لیکن اس کورس کو" ڈپریشن کی کمی" میں بھی موثر پایا ہے۔ ہم نے نوٹ کیا ہے ہمارے قلم میں پہلے کے مقابل روانی آگئی ہے، اور آگے بھی ہمیں امید ہے کہ جب ہماری گرفت قلم پر مضبوط رہے گی ان شاء اللہ العظیم ایک بہترین مصنف بن جائیں گے۔

یوں تو عموماً یہی کہا جاتا ہے: مضمون نگاری صرف فنون، زبان پر مہارت حاصل کرنا ہے مگر" مضمون نگاری کورس" کی اس مدت میں ہم نے دیکھا یہ صرف ہماری تحریر ہی کو نہیں نکھارتا بلکہ ہمارے شفیق اساتذہ ہماری تحریر کے ساتھ ساتھ روحانی زندگی کو بھی سنوارتے ہیں۔

اللہ کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں آپکی امید پر پورا پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے ہمیں استقامت عطا فرمائے۔ آمین

مدحت فاطمہ قادری

(۱۵)

فرمان باری تعالی ہے:

ن والقلم وما یسطرون۔ (قلم اور اسکے لکھے ہوئے کی قسم)۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ رب العزت نے قلم کی قسم اٹھائی اور قلم سے لکھے ہوئے جملوں کی بھی لہذا اس سے بخوبی یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ قلم کی اہمیت کیا ہے اور اسکے ذریعے لکھی گئی تحریریں کیا کچھ انقلاب برپا کرسکتی ہیں۔

مذہب اسلام جو اس کائنات کا سب سے سچا اور پاکیزہ مذہب ہے اسکے تمام اصول وقوانین قلم کے ذریعے ہی ہم تک پہونچے ہیں اور ہمارے اسلاف نے اس عظیم امانت کو ہم تک پہونچانے کے لیے اپنی پوری زندگی صرف کردی اور قلم قرطاس کے ایک حسین رشتے کو نبھاتے ہوئے بے شمار مسائل کا استنباط واستخراج بھی کیا جو آج بھی (اور انشاء اللہ قیامت تک) پوری امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔

القلم گروپ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد ہم تمامی طالبات میں شعوری بیداری پیدا کرتے

ہوئے ہماری تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارنا اور تحریر کے میدان میں ذہن سازی کرنا ہے۔

الحمدللہ کہ ہمیں تحریری میدان میں سیکھنے کے لئے انتہائی ذمہ دار اور مشفق و مہربان اساتذہ (مولانا ارقم رضا ازہری اور جناب عادل رضا ازہری ماتریدی حفظہ اللہ ہما) کا ساتھ ملا جنہوں نے اس کورس کو ایک گروپ کی شکل میں مرتب فرما کر ہر طرح سے سیکھنے کے اس عمل کو انتہائی آسان بنادیا۔

اللہ رب العزت ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین

ام ہانی امجدی





صفحۂ کاغذ پہ جب موتی لٹاتا ہے قلم
ندرت و افکار کے جوہر دکھاتا ہے قلم

اپنی نوعیت کا ایک منفرد و بے مثال کورس

اسپیشل مضمون نگاری کورس

60 روزہ

زیر نگرانی

مفتی محمد عادل رضا ازہری
مولانا محمد ارقم رضا ازہری

20 Fab to 20 April, 2024



9761611137 - 9760372653

القلم ڈیجیٹل اکیڈمی